امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ اعتکاف کی حقیقت
■ دیدار الٰہی کا شوق (تبصرہ کتب)
■ رویت ہلال کا ثبوت............
■ زکوٰۃ کے مصارف اور موجودہ حالات
■ اخبار جہاں
■ ہفتۂ رفتہ، طب وصحت
■ غم خواری کا مہینہ

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 23 مورخہ ۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق ۴ر جون ۲۰۱۸ء روز سوموار

تبرکات

رمضان المبارک کا آخری عشرہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

رمضان المبارک کا آخری عشرہ بڑی فضیلت کا حامل ہے، اس کی ایک فضیلت تو آخری عشرہ کی نزول قرآن کی وجہ سے ہے، اور دوسری فضیلت اس کی اس سے ہے کہ اس میں شب قدر ہے، جس کی فضیلت کے لیے خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وما ادرٰک ما لیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شھر﴾ کیوں کہ حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہے، یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ اور بعض حدیثوں میں مطلق عشرہ اخیرہ بھی آیا ہے، دونوں کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ایک حدیث دوسری کی تفسیر ہے اور یا اکثر تو طاق راتوں میں ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھی جفت راتوں میں بھی ہوجاتی ہے، نیز بعض لوگوں کو جفت راتوں کو بھی ہونا مکشوف ہوا ہے تو قوی اور تندرست لوگوں کو تو یہ مناسب ہے کہ وہ اس عشرہ کی ہر رات میں اور راتوں سے زیادہ عبادت کریں اور ضعفاء کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ کم از کم طاق راتوں میں ضرور جاگ جائیں۔ یہ ایسی برکت اور خیر کی چیز ہے کہ اس سے محروم ہوجانا گویا تمام خیر سے محروم ہوجانا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: من حرم لیلةالقدر فقد حرم الخیر کله، لیکن اس میں بعض لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اگر جاگا جاوے تو تمام شب جاگا جائے اور اگر تمام شب نہ جاگا جائے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا، یہ خیال بالکل لغو ہے، اگر اکثر حصہ شب میں بھی جاگ لے تب بھی لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر ساری رات بھی جاگ لیا جاوے تو کیا مشکل ہے۔

رمضان شریف سال بھر کے بعد آتے ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ پچھلے سال رمضان میں بہت سے لوگ ایسے تھے کہ وہ اس وقت دنیا میں نہیں رہے، ہم کو کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان تک کس کس کی باری ہے؛ اس لیے اگر ایسی بڑی نعمت حاصل کرنے کے لیے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کیا دقت کی بات ہے؛ لیکن خیر اگر تمام رات کی ہمت نہ ہو تو اکثر حصہ کو تو چھوڑنا ہی نہ چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر اخیر شب کا تجویز کیا جائے؛ کیوں کہ اول تو اس وقت معدہ کھانے سے پر نہیں ہوتا، دعا میں جی لگتا ہے، دوسری حدیث میں آیا ہے کہ خدائے تعالیٰ اخیر شب میں روزانہ اپنے بندوں کے حال پر رحمت خاص متوجہ فرماتے ہیں، اس کے علاوہ اخیر شب میں ویسے بھی سکون ہوتا ہے اور اس میں ہر شب شریک ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے: ”من لم یعرف قدرلیلة لم یعرف لیلة القدر“ اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر انہی راتوں میں سے کسی رات میں ہوگی تو جو شخص راتوں کی قدر کرے گا، وہ لیلۃ القدر بھی پاوے گا، جو بے قدری کرکے خواب غفلت میں گزارے گا، وہ حسب عادت لیلۃ القدر سے بھی محروم رہے گا، کیوں کہ سال بھر تک برابر شب بیداری کرے گا تو لیلۃ القدر میں عبادت ضرور ہوجاوے گی کہ انہی راتوں میں سے ایک رات وہ بھی ہے۔

بوستان میں حکایت ہے کہ کسی شاہزادہ کا ایک لعل شب کے وقت کسی جگہ کر گیا تھا، اس نے حکم دیا کہ اس مقام کی تمام کنکریاں اٹھا کر جمع کریں، اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ اگر کنکریاں چھانٹ کر جمع کی جاتیں تو ممکن تھا کہ لعل ان میں نہ آتا اور جب ساری کنکریاں اٹھالی گئی ہیں تو لعل ضرور آگیا ہے، کسی نے اسی جملہ کا ترجمہ خوب کیا ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی از شب قدر نشانی
ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

لیکن خیر ایسے باہمت تو اس وقت کہاں ہیں کہ وہ اس گوہر بے بہا کی تلاش میں سال بھر شب بیداری کریں، مگر رمضان کے عشرہ اخیرہ میں تو ضرور ہی بیدار رہنا اور عبادت کرنا چاہیے؛ کیوں کہ ان راتوں میں شب قدر کا ہونا اغلب ہے اور اگر کوئی شخص نہایت ہی کمزور اور کم ہمت ہو تو خیر وہ ستائیسویں رات کو ضرور ہی بیدار رہے کہ وہ شب اکثر شب قدر ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اتفاق سے وہ رات شب قدر نہ بھی ہوئی اور تم نے بہ گمان شب قدر اس میں عبادت کی تو ان شاء اللہ تم کو شب قدر ہی کا ثواب عطا ہوگا اور یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے، حدیث میں اس کی اصل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: انما الاعمال بالنیات، پھر ممکن ہے کہ اس کلیہ سے کسی کی تشفی نہ ہو تو دوسری حدیث موجود ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطر والاضحی یوم تضحون۔“ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک شخص نے نہایت کوشش سے رمضان کے چاند کی تحقیق کی اور اس تحقیق کی بنا پر روزے رکھنے شروع کردیے، پھر ختم رمضان پر عید کے چاند کی اسی طرح چھان بین کی اور اس کی بنا پر عید کرلی، اسی طرح عید الاضحیٰ میں بھی کیا اور چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ تینوں تحقیق خلاف واقع تھیں تو اس صورت میں شکستہ نہ ہونا چاہئے؛ بلکہ جس دن روزہ رکھا وہی دن عند اللہ باعتبار قبول روزہ کا تھا، پس اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر شب قدر کی نیت سے عبادت ہوئی ہے اور اتفاق سے وہ شب قدر نہ ہوئی تو ثواب شب قدر کامل جاوے گا۔ اس تقریر کے بعد تو بہت سی آسان معاملہ ہوگیا، اب بھی اگر ہمت نہ کی جائے تو غضب ہے، یہ دوسری فضیلت تھی عشرہ اخیرہ کی۔

تیسری فضیلت اس عشرہ میں یہ ہے کہ اس میں اعتکاف مشروع ہے اور ممکن ہے کہ یہ پہلی فضیلت کا تتمہ ہو، جیسا کہ بعض نے کہا کہ اعتکاف کو دوسری حکمتوں سے بھی مشروع کہا جاوے، خیر جو کچھ بھی ہو ہم کو اس سے کیا غرض، ہم کو کام کرنا چاہیے، احکام کے حکم اور مصالح کی تلاش اور کاوش ہمارا کام نہیں؛ کیوں یہ علوم فکر یہ نہیں ہیں کہ سوچنے اور غور کرنے سے سمجھ میں آجاویں گے، یہ الہامی علوم ہیں، خدا جس کو دے، اس لیے جب تک شرح صدر نہ ہوجاوے، اس وقت تک کسی ایک کی تعیین نہ کرنی چاہیے، دونوں احتمال ہیں، اس اعتکاف میں دو درجے ہیں، ایک درجہ کمال کا ہے، وہ تو یہ ہے کہ بیس تاریخ کو قبل از مغرب اعتکاف میں بیٹھے اور عید کا چاند دیکھ کر باہر نکلے، اور دوسرا درجہ اس سے کم ہے اور وہ یہ کہ دس دن سے کم ہو؛ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اگر درجہ کمال حاصل نہ ہو تو ناقص درجہ کے حاصل کرنے سے فضیلت حاصل نہیں ہوتی، اگر اس قدر نہ ہوگی تو کچھ تو ضرور ہوجاوے گی۔

اگر دس دن ممکن نہ ہوسکے تو نو دن سہی، اس قدر بھی نہ ہوسکے سات دن سہی، غرض جس قدر بھی ہوسکے اور جتنے دن بھی ہوسکے چھوڑنا نہ چاہیے۔ ایک بہت بڑی فضیلت اعتکاف کی یہ ہے کہ معتکف کو ایام اعتکاف میں ہر وقت وہی ثواب ملتا ہے جو کہ نمازی کو نماز میں ملتا ہے، دلیل اس کی یہ حدیث ہے: لایزال احدکم فی الصلوة ما انتظر الصلوة، جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کیا جاوے تو اس وقت انتظار میں بھی وہی ثواب ملتا ہے جو کہ وقت اداء الصلوۃ میں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ معتکف جب ہر وقت مسجد میں رہے گا تو اس کو صلوۃ کا انتظار ضرور رہے گا، اگر یہ سووے گا بھی تو اس نیت سے کہ اٹھ کر فلاں نماز پڑھنی ہے، کوئی کام بھی کرے گا تو اس نیت کے ساتھ کہ فلاں نماز تک یہ کام ہے، غرض اس کا سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا ہر ہر حرکت صلوٰۃ کے حکم میں لکھی جائے گی۔

اس تقریر کے بعد خیال میں آتا ہے کہ حدیث میں جو آیا ہے: المعتکف یعتکف الذنوب کلھا ویجری له الحسنات کلھا، الحسنات میں الف لام عہد کا نہیں، جیسا اب تک سمجھا جاتا ہے، جس کی بنا تھی کہ اعتکاف میں خاص حسنات کا صدور ہوتا ہے، کل حسنات کا صدور خلاف مشاہدہ ہے، بلکہ استغراق کا ہوسکتا ہے، مطلب یہ ہے کہ معتکف اپنے ایام اعتکاف میں گویا ہر نیکی کررہا ہے، اس کو سب نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جب انتظار الصلوۃ صلوۃ کے حکم میں ہے تو اس کا ادا کرنے والا گویا تمام عبادتیں کررہا ہے، پس معتکف بحالت اعتکاف سب عبادتیں ادا کررہا ہے، اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔

یہ تقریر تو اس پر مبنی تھی کہ عشرہ اخیرہ میں ایک فضیلت اعتکاف سے ہوئی اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اعتکاف میں جو فضیلت آئی ہے، وہ عشرہ اخیرہ کی وجہ سے ہے کہ زمانہ افضل میں عبادت کی زیادہ فضیلت ہوتی ہے، لیکن یہ ہم کو کچھ مضر نہیں؛ کیوں کہ کبھی زمانہ میں بالذات ہی فضیلت ہوتی ہے، جیسا کبھی بالغیر بوجہ اس کے مظروف کے ہوتی ہے، پس غرض خواہ اعتکاف میں عشرہ کی وجہ سے فضیلت ہو یا عشرہ میں اعتکاف کی وجہ سے دونوں صورتوں میں اعتکاف کی فضیلت ثابت ہے، ہم کو اس کا حاصل کرنا ضروری ہے، اس کرید کی ضرورت نہیں، کسی نے خوب کہا ہے:

طالع اگر مدد دھد دامنش آورم بکف
گر بکشم زھے طرب ور بکشد زھے شرف

چار دواؤں کا مرکب آپ کے مرض کو مفید ہے، آپ کو اسے استعمال کرنا چاہیے، اس تفتیش کی ضرورت نہیں کہ اس دوا سے اس میں قوت بڑھی یا اس دوا سے، اس میں یہ تفتیش دوسرے کا کام ہے، جو اس فن کو من حیث الفن حاصل کرے، مریض کا کام صرف استعمال کرنا ہے۔

مسلمانوں کی طاقت

”اسلام کی اصلی طاقت مسلمانوں کا شخص واحد پر متفق ہوجانا اور امر بالمعروف اور نیک کاموں میں اس کی اطاعت کرنا اور اس کی اطاعت کو فرض سمجھ کر اپنے تمام ذاتی اغراض ومقاصد پر اس کے احکام کی بجا آوری میں سرگرم عمل رہنا، دراصل یہی صحیح اور اصلی طاقت ہے اور اسی طاقت کا نتیجہ اور ثمرہ مادی طاقتوں کا وجود ہے، تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کیجئے، یہی نتیجہ برآمد ہوگا۔ (قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ)

بلا تبصرہ

”اگر بی جے پی کا دعویٰ ہے کہ اس کے ترقیاتی منصوبوں کی وجہ سے اسکو عوام کا اعتماد حاصل ہورہا ہے تو اس سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر واقعی عوام کا سے اعتماد حاصل ہے تو اس کے لیڈران، مرکزی وزراء، آر ایس ایس اور دیش بھر سے سنگھ کے کارکنان ان ریاستوں میں کیوں خیمہ زن ہوجاتے ہیں، جہاں انتخابات ہوتے ہیں، انہیں الیکشن جیتنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے۔“ (عامر سلیم خان)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

شب قدر:

﴿ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جس میں فرشتے اور روح القدس (جبرئیل) اپنے رب کی اجازت سے ہر حکم کو لے کر اترتے ہیں، یہ رات سراپا سلامتی ہے، جو صبح ہونے تک رہتی ہے۔﴾ (سورۃ القدر)

مطلب: رمضان اور قرآن کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے، اللہ رب العزت نے اسی مبارک مہینہ میں قرآن پاک کو نازل فرمایا، سورۃ القدر میں اللہ نے اس کی وضاحت فرمادی کہ قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کریم سب سے اوپر والے آسمان سے آسمان دنیا پر اس رات میں بیک وقت نازل کیا گیا، دوسرے یہ کہ جس رات میں اتارا گیا، وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے؛ اس لیے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ شب قدر میں عبادت کرے گا، اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے زمین پر اترتے ہیں، جس سے اس رات کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اسی رات میں اللہ کی طرف سے اس بات کا فیصلہ ہوتا ہے کہ اس سال کیا کیا امور واقع ہوں گے، اس طرح یہ پوری رات خیر وسلامتی کی حامل ہے، آپ بھی اس رات کو ذکر وتلاوت میں گذاریں، عام طور پر ۲۷/ویں شب کو ہی شب قدر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات شب قدر ہوتی ہے، اس لیے پانچ طاق راتوں کو خاص طور پر عبادت وتلاوت اور ذکر الٰہی میں گذارنا چاہئے، بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ نے اپنی حکمت ورحمت سے اس رات کو رمضان کے آخری عشرہ میں پوشیدہ رکھا؛ تاکہ مسلمان اس کی جستجو میں رہیں، ان کی طلب اور ہمت بڑھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ شب قدر دو قسم کی ہیں، ایک وہ جس میں آسمان سے فیصلے کئے جاتے ہیں، یہ وہ رات ہے جس میں قرآن مجید سماء دنیا پر پورا نازل ہوا، اس کے بعد تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا، یہ رات سال بھر میں صرف ایک مرتبہ آتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ رمضان ہی میں ہو، البتہ گمان غالب رمضان میں ہی ہونے کا ہوتا ہے، نزول قرآن کے موقعہ پر یہ رات رمضان ہی میں تھی، دوسری وہ ہے جس میں ایک قسم کی روحانیت محسوس ہوتی ہے، فرشتے زمین پر اترتے ہیں، مسلمان اس رات میں طاعت میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے انوار وبرکات سے ایک دوسرے کو فیض پہونچتا ہے، فرشتے ان سے قرب حاصل کرتے ہیں، شیطان ان سے دور بھاگتے ہیں، ان کی دعائیں اور طاعات قبول کی جاتی ہیں، یہ رات ہر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ملتی ہے، یہ مقدم ومؤخر ہوسکتی ہے، لیکن رمضان ہی میں رہتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس رات میں کثرت سے عبادت ونوافل کا اہتمام کرنا چاہیے؛ تاکہ اللہ اپنے مخلص بندوں کو درجات علیا میں عطا فرمائے۔ آمین

اعتکاف:

{حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے۔} (مسلم شریف)

وضاحت: یاد رکھئے کہ رمضان المبارک کا ہر لمحہ اور اس کی ہر گھڑی بے انتہا خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، ہمہ دم اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں؛ لیکن اس کا آخری عشرہ اس حیثیت سے بابرکت ہے کہ اسی عشرہ کی طاق راتوں میں وہ بابرکت رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اسی عشرہ میں اعتکاف بھی ہے، جہاں مومن بندہ اپنے دل کو اللہ کے ساتھ وابستہ کرلیتا ہے، علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اعتکاف کی روح دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہوجانا اور مخلوقات سے الگ ہوکر صرف ایک خدا کی یاد میں مشغول ومنہمک ہوجانا، اسی کی سوچ وفکر، یہی تذکرے، اسی کی بات چیت، یہاں تک کہ انسان کے دل ودماغ پر خدا ہی کا تصور چھا جائے اور اسی کی یاد میں سما جائے اور بجائے مخلوق کے خالق ہی سے دل لگنے لگے۔ زاد المعاد اول) اسی لیے جب ماہ رمضان کے آخری دس دن شروع ہوجاتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے تھے اور رات رات بھر عبادت میں مصروف رہتے، گھر کے لوگوں اور خویش واقارب کو بھی جگاتے تھے؛ تاکہ اللہ کی یاد سے اپنے دلوں کو منور کریں۔ عبادت، ذکر وتلاوت اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد کے کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ جاتے اور خوب عبادت وریاضت فرماتے۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف چھوٹے خیمہ میں کیا، اس اعتکاف کے دوران سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا، میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا تو میں لیلۃ القدر تلاش کرتا رہا، پھر میں نے دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا تو مجھ سے ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ لیلۃ القدر تو رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، اب جو میری سنت کی اتباع میں اعتکاف کا ارادہ رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ آخری عشرہ کا اعتکاف کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اس کے علاوہ پہلے عشرہ اور دوسرے عشرہ کا اعتکاف مستحب ہے؛ اس لیے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ جس مسجد میں پانچوں وقت باجماعت نماز ہوتی ہے، وہاں اعتکاف کریں اور اللہ سے دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعا کریں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

اعتکاف کی شرعی حیثیت:

رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر کے اعتکاف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجـــــــــواب و باللّٰہ التوفیق

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، محلّہ کی مسجد میں کوئی شخص بھی اعتکاف کر لے، تو محلّہ کے سبھی لوگ بری الذمہ ہوجائیں گے۔ ورنہ ترک سنت کا گناہ سب پر ہوگا۔

و سنة مؤكدة في العشر الاواخر من رمضان اى سنة كفاية۔ (قوله سنة كفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة فاذا قام البعض سقط الطلب عن الباقين۔ (رد المحتار ۲/۱۲۹)

اعتکاف پر اجرت لینا:

محلّہ کی مسجد میں اہل محلّہ میں سے کوئی شخص اعتکاف کے لیے تیار نہ ہو تو کسی کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجـــــــــواب و باللّٰہ التوفیق

اعتکاف چونکہ عبادت ہے، اس لیے اسے محض اللہ کی خوشنودی اور اخروی اجر وثواب کی نیت سے کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو اجرت پر طے کر کے اعتکاف میں بٹھایا گیا تو سنت تو سب کی طرف سے ادا ہوجائے گی، البتہ اجرت لینا اور دینا دونوں غلط ہوگا۔ و لا تصح الاجارة لعسب التيس...... ولا لأجل الطاعات (الدر المختار على هامش رد المحتار باب الاجارة الفاسد ۵/۳۴)

اعتکاف میں تاخیر سے بیٹھنا:

مسجد میں کسی کو اعتکاف میں نہ آتے دیکھ کر ایک شخص اعتکاف میں عشاء سے قبل آیا تو اعتکاف مسنون ادا ہوگا یا نہیں؟

الجـــــــــواب و باللّٰہ التوفیق

معتکف کا رمضان کی بیسویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں حاضر ہونا اور عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرے رہنا ضروری ہے، اگر اکیسویں شب کا کچھ حصہ گذر جانے کے بعد اعتکاف کی نیت سے مسجد میں آیا تو اعتکاف مسنون ادا نہ ہوگا، بلکہ نفلی اعتکاف ہوگا، جس کا ثواب معتکف کو ملے گا، البتہ اعتکاف مسنون ادا نہ ہونے کی وجہ سے اہل محلّہ سب کے سب گنہگار ہوں گے۔

فعلىٰ هذا يدخل المسجد قبل الغروب و يخرج بعد الغروب من آخر يوم كما صرح قاضى خان (البحر الرائق ۲/۳۰۵)

معتکف کا جنازہ میں شرکت کے لیے جانا:

کیا معتکف جنازہ میں شرکت کی غرض سے مسجد سے باہر جا سکتا ہے؟

الجـــــــــواب و باللّٰہ التوفیق

معتکف حالت اعتکاف میں نماز جمعہ، پیشاب و پاخانہ، وضو اور غسل فرض کی ضرورت سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، اس کے علاوہ مریض کی عیادت یا جنازہ میں شرکت کی غرض سے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا اور ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت: السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا و لا يشهد جنازة الخ فلو خرج لجنازة محرمة أو زوجته فسد لانه و ان كان عذرا الا انه لم يعتبر فى عدم الفساد (طحطاوى على مراقى الفلاح/۳۸۳)

اعتکاف مسنون بغیر روزہ کے:

کیا عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور اس کے بغیر اعتکاف مسنون ادا ہوگا یا نہیں؟

الجـــــــــواب و باللّٰہ التوفیق

عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، بغیر روزہ کے اعتکاف مسنون ادا نہیں ہوگا، بلکہ نفل ہو جائے گا، اگر اعتکاف مسنون کے دوران کسی معتکف کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ گیا یا کسی دن کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا تو اس دن کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ اور ایک دن کے اعتکاف کی قضا لازم ہوگی۔ اب اس کو اختیار ہے یا تو اسی رمضان میں قضا کرلے یا بعد میں نفلی روزہ رکھ کر اعتکاف کرلے۔

و لو أكل أو شرب فى النهار عامدا فسد صومه و فسد اعتكافه لفساد الصوم (بدائع الصنائع ۲/۱۱۶) و اذا فسد الاعتكاف الواجب وجب قضاؤه فان كان اعتكاف شهر بعينه اذا افطر يوماً يقضى ذالك اليوم (الفتاوىٰ الهنديه ۱/۲۱۳)

عورت کا اعتکاف گاہ سے باہر جانا:

کیا عورت اپنے اعتکاف کی جگہ سے گھر کے کام کاج کے لیے یا مریض کی عیادت کے لیے باہر نکل سکتی ہے؟

الجـــــــــواب و باللّٰہ التوفیق

عورت نے اعتکاف کے لیے جس کمرہ کو متعین کرلیا ہے، وہ اس کا جائے اعتکاف ہے، اس سے بلا ضرورت باہر جانے کی اجازت نہیں ہے، اگر وہ مریض کی عیادت یا گھر کے کام کاج کو انجام دینے کے لیے باہر نکلے گی تو اعتکاف مسنون فاسد ہوجائے گا اور نفل ہوجائیگا، ایک دن کے اعتکاف کی قضاء اس کے ذمہ لازم ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 23 مورخہ ۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق ۴؍جون ۲۰۱۸ء روز سوموار

یکسوئی

انسانی زندگی میں اعمال کو منضبط، پُرکیف اور مؤثر بنانے کے لیے یکسوئی کی بڑی اہمیت ہے، مختلف اطراف میں ذہن دوڑانے سے کام میں وہ پائیداری نہیں پیدا ہوتی جو مطلوب ہوا کرتی ہے، اسی لیے یکسو ہوکر کے باری باری کام نمٹانے کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے، رمضان میں جب بندہ رحمت اور مغفرت کے عشرہ سے گذر کر آخری عشرہ میں داخل ہوتا ہے تو اللہ ورسول چاہتے ہیں کہ اب بندہ یک سو ہوکر اللہ کی رضا کے لیے مسجد میں بیٹھ جائے، عورتیں اپنے گھروں میں مخصوص جگہ متعین کرلیں اور وہاں اللہ کی یاد کے لیے تمام علائق دنیا کو چھوڑ کر صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے اوقات وایام کو خاص کرلیں، بغیر بشری ضرورت اور شرعی اعذار کے اس جگہ کو نہ چھوڑیں اور پورے دس دن اس کام کے لیے لگادیں تاکہ پہلے دو عشرے کی کمی کوتاہی کی تلافی بھی ہوجائے اور جہنم سے گلوخلاصی کی بشارت انہیں مل جائے، یہ بشارت اخیر عشرہ میں تمام روزہ داروں کے لیے ہے، جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ روزے رکھے، جب عام روزہ داروں کا یہ حال ہے تو خصوصیت سے اسی کام میں لگے رہنے والوں کے لیے تو مژدہ ہی مژدہ ہے، اللہ کے دروازے پر اس طرح جم کر بیٹھ جانے کو شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف کہتے ہیں۔ اعتکاف مخلوق سے تعلقات توڑ کر اللہ کی عبادت کے لیے اپنے کو فارغ کرکے بیٹھ جانے کا نام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کرتے تھے اور اپنی مشغولیات کو ختم کرکے ذکر، دعا، مناجات کے لیے اپنا پورا وقت فارغ کرلیا کرتے تھے، اس اہتمام کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہر مسلمان آخری عشرے میں اپنے کو فارغ کرلے، لیکن اس میں بندوں پر غیر معمولی مشقت کا امکان تھا، اس لیے ایک مسجد کے حلقہ میں دو ایک کی طرف سے بھی اگر یہ عمل ہوجاتا ہے تو اس حلقے کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے، لیکن اگر پورے محلّہ کے لوگوں میں سے کوئی بھی اعتکاف میں نہیں بیٹھا تو سب پر اس سنت کے ترک کا وبال ہوگا، جو بڑی محرومی کی بات ہے۔

اس طرح یکسو ہوکر مسجد میں بیٹھ جانے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ معتکف کو شب قدر تلاشنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور اس رات کے لہو ولعب میں کھودینے کا امکان بھی ختم ہوجاتا ہے، جب اسی کام کے لیے مسجد میں بیٹھ گیا تو طاق راتیں تو ملیں گی ہی، اور ظاہر ہے شب قدر انہیں راتوں میں سے ایک ہے، جس میں عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ ''جس نے ایمان اور رضاء الٰہی کے حصول کی نیت سے شب قدر میں عبادت کی، اس کے ماضی کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے'' یہ کتنی بڑی فضیلت ہے اور اللہ کی طرف سے کیسا انعام ہے۔ جو اعتکاف میں یکسو ہوکر بیٹھ گیا وہ یقیناً اس انعام کو پالے گا، جو لوگ اپنے اعذار کی وجہ سے اعتکاف میں نہیں بیٹھ پائے، ان کو بھی اس رات کی تلاش میں پوری جدوجہد کرنی چاہئے، تاکہ فرشتے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ توبہ کرنے والوں کے لیے اس رات مغفرت کی خوش خبری لے کر آتے ہیں، اس میں وہ بھی حصہ پالیں، یہ وہ رات ہے جسے اللہ نے ہر قسم کے شر سے پاک فرمایا ہے، اور صبح صادق کے وقت تک اس رات میں سلامتی اور فوز وفلاح اللہ نے مقدر کر رکھی ہے، اس رات میں دعا، گریہ وزاری، خیر کی طلب اور شر سے اجتناب کی التجا بندہ کو پورے سال مرضیات الٰہی پر چلنے کے لیے تیار کر دیتی ہے، اس لیے اللہ سے مانگتے رہیے ''اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی'' اس یکسوئی سے بندے کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ اعتکاف اور رمضان گذرنے کے بعد بھی اس کے دل سے اللہ کی یاد محو نہیں ہوتی ہے، وہ ہر کام کے کرتے وقت اللہ کو اپنے سامنے پاتا ہے، اور ظاہر ہے جب خدا کے سامنے ہونے کا تصور دل ودماغ میں جاگزیں ہو تو مرضیات الٰہی کے خلاف کام کرنے کی جرأت کیسے ہوسکتی ہے، یہ کیفیت کہ ہر وقت اللہ کی طرف لو لگا رہے اور دنیا کے سارے کام کرتے وقت اللہ اس کے سامنے ہو اور مخلوقات کا خیال ذہن سے نکل جائے، صوفیاء کے یہاں اسی کو ''خلوت در انجمن'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے تو بندہ عبادت کرتے وقت اللہ کو اپنے پاس محسوس کرتا ہے اور نہیں تو یہ احساس اسے کم ازکم اسے آخری درجہ میں رہتا ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، یہی احسان ہے۔ اس لیے رمضان کے اخیر عشرہ کو عید کی خریداری اور بازار کی ہمہ ہمی کے حوالہ نہیں کرنا چاہئے، یہ بڑے خسارے اور نقصان کی بات ہے۔

مرکزی حکومت کے چارسال

۲۶؍مئی، ملک کی تاریخ میں مودی حکومت کی ناکامی اور بی جے پی حکومت میں جمہوری اقدار کی پامالی کے لیے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، ملک نے آر ایس ایس کے افکار وخیالات کے زیرسایہ بدحالی کے چارسال کس طرح گذارے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بی جے پی اور ان کی حلیف جماعتیں حکومت کے چارسال پورے ہونے پر اپنی پیٹھ تھپتھپانے میں لگی ہیں، ہاتھ بھی اپنا ہے اور پیٹھ بھی اپنی ہے، جتنا چاہئے تھپتھپایئے، کون روک سکتا ہے؟ لیکن اگر ان چارسالوں کی بدحالی کی تصویرکشی کی جائے تو الفاظ ناکافی ہوں گے، حقیقت یہ ہے کہ یہ سرکار چار سال تک جملوں پر چلتی رہی ہے، ہمارے وزیراعظم جملے تراشنے میں بھی ماہر ہیں اور ان کی پیش کش بھی اچھی ہے، جس طرح نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد عقل ماؤف ہوجاتی ہے اور خیر وشر کی تمیز باقی نہیں رہتی، اسی طرح ہمارے وزیراعظم جملے اچھالتے ہیں اور کانوں میں ان کا ایسا نشہ گھلتا ہے کہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ ملک کو جو درپیش مسائل ہیں، ان کو جملوں سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ مودی جی اس وقت جو جملے اچھال رہے ہیں، ان میں یہ دعویٰ ہے کہ کانگریس نے جو کام اڑتالیس سالوں میں نہیں کیا، وہ ہم نے چارسالوں یعنی اڑتالیس مہینوں میں کردکھایا ہے، یقیناً بی جے پی حکومت نے وہ سب کردکھایا جو کانگریس اتنی لمبی مدت میں نہیں کرسکی تھی، کانگریس نے جمہوریت کی دیواروں کو منہدم کرنے کا کام اس بڑے پیمانے پر نہیں کیا تھا جتنا بی جے پی نے ان چارسالوں میں کر دکھایا ہے، سارے محکمے ڈائرکٹ وزیراعظم اور پارٹی دفتر سے ڈیل ہونے لگے، عدلیہ تک پر حکومت نے ایسا دباؤ بنایا کہ ملک کی تاریخ میں پہلی بار سپریم کورٹ کے چار ججوں کو پریس کانفرنس میں کہنا پڑا کہ ''جمہوریت خطرے میں ہے۔'' جسٹس لویا کی موت کو سربستہ کردیا گیا؛ کیوں کہ اس راز سے پردہ اٹھنے کا مطلب تھا کہ کئی خاص لوگ جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے جائیں۔ وزیراعظم کے اکاسی (۸۱) بیرون ملک دوروں کے باوجود خارجہ پالیسی کو استحکام نہیں مل پایا اور کئی ممالک سے ہمارے تعلقات کشیدہ چل رہے ہیں، چین ہمیں آنکھ دکھانے لگا ہے، اور روس سے قدیم تعلقات میں فرق آگیا ہے، حکومت نے پندرہ لاکھ ہر اکاؤنٹ میں پہونچانے کا جو اعلان کیا تھا وہ خواب وخیال تو ہوئے ہی؛ جو ہماری خون پسینے کی کمائی تھی وہ بھی نیرو مودی، وجے مالیا اور میہول چوکسی جیسے سرمایہ دار لے کر ملک سے فرار ہوگئے، نوٹ بندی اور جی ایس ٹی کے نفاذ نے عام انسانوں کو اس قدر نقصان پہونچایا کہ معاشی طور پر ان کی کمر ٹوٹ گئی، حکومت نے ''بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ'' کا نعرہ لگایا تھا، لیکن بیٹی کی عفت وعزت جس طرح اس حکومت میں لُٹی اور جس قدر زنا بالجبر اور اجتماعی عصمت دری کے واقعات سامنے آئے اس نے انسانوں کو ہلا کر رکھ دیا، تحفظ خواتین اور عورتوں کے حق کے نام پر مسلم پرسنل لا میں دخل اندازی کی گئی اور تین طلاق بل پارلیامنٹ سے پاس کرایا گیا، لیکن ایک عورت کا حق ہمارے وزیراعظم نہیں دے سکے، ہجومی تشدد، لوجہاد اور گایوں کے تحفظ کے نام پر انسانی خون کی ارزانی نے تاریخ کے ہر دور کو مات کرکے رکھ دیا ہے، ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اور مختلف مذاہب کے درمیان ہم آہنگی اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی ہندوستانی روایت اب قصۂ پارینہ ہے، پٹرول اور ڈیزل کی قیمت ہر روز بڑھ رہی ہے، مہنگائی بڑھتی جارہی ہے اور ملک چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں گروی ہوتا جارہا ہے، آثار قدیمہ کو پرائیوٹ کمپنیوں کے حوالہ کیا جارہا ہے اور لال قلعہ کی رکھوالی بھی حکومت نے اپنے دائرہ سے باہر کردیا ہے، ایک لوٹ مچی ہوئی ہے ہر طرف۔ سیاست میں کرپشن جتنا ان چارسالوں میں بڑھا ہے، ماضی میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ گوا، میگھالیہ وغیرہ میں بی جے پی نے حکومت بنانے کے لیے جو جوڑ توڑ کیا اور جس طرح بڑی پارٹی کو حکومت نہیں بنانے دیا، اسے ملک کی سیاست میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، کرناٹک میں بھی جوڑ توڑ کی مہم شروع ہوگئی تھی، لیکن سپریم کورٹ نے اس دروازہ کو بند کرکے ایک اچھی روایت قائم کی ہے، اس طرح دیکھیں تو پورے چارسال ہندوستان کی تباہی، بربادی اور بدحالی کے ہیں، جس پر جشن منایا جارہا ہے۔

ایک سال اور بچا ہے، ظاہر ہے جو نظریات ہیں، جو پالیسیاں ہیں، وہ ایک سال میں مزید جاری رہیں گی اور ملک کی جمہوریت کو سخت نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے، ایسے میں کرناٹک میں حزب مخالف کی یکجائی اور چھوٹی پارٹیوں کے مؤثر کردار ادا کرنے کے امکان سے اچھی توقعات وابستہ ہوئی ہیں۔ معاملہ اس ملک کی جمہوریت کا تو ہے ہی، ان سیاسی پارٹیوں کے اپنے وجود وبقا کا بھی ہے، اگر اب بھی ان لوگوں نے عقل کے ناخن نہیں لیے اور ۲۰۱۹ء کے انتخاب میں بی جے پی کو ایوان اقتدار سے بے دخل نہیں کیا تو اس ملک میں خانہ جنگی، فاشزم اور آمریت کو کوئی نہیں روک سکتا۔

بات کا بتنگر

ملک میں جس طرح عدم رواداری اور فرقہ پرستی کا رجحان چند سالوں میں بڑھا ہے، اس سے ملک کے لوگوں میں سخت تشویش پائی جارہی ہے، سیکولر ذہن رکھنے والے لوگوں میں ایک بے چینی پائی جارہی ہے، اس کرب میں مذہبی اور غیر مذہبی دونوں طبقے کے لوگ شامل ہیں، اور سب اپنے اپنے طور پر ان حالات کے بدلنے کی ترکیبوں پر غور کرتے ہیں، اور ممکنہ حد تک روبعمل لانے کی تحریک چلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں دہلی کے آرک بشپ انیل کوٹو ہیں، انہوں نے اس فکرمندی کا اظہار ۸؍مئی ۲۰۱۸ء کو دہلی کے تمام چرچوں کے نام لکھے ایک خط میں کیا، انہوں نے ۱۳؍مئی سے تمام چرچوں میں دعائیہ مہم شروع کرنے کی تجویز رکھی، انہوں نے اپنے خط میں لکھا۔ ''۲۰۱۹ء کے لوک سبھا الیکشن سے پہلے ملک کی سلامتی کے لیے دعا کریں، کیوں کہ ہم لوگ ایک ایسی سیاسی فضا کا سامنا کررہے ہیں، جس کی وجہ سے جمہوری اصولوں اور قدروں کی پامالی ہورہی ہے، دستور اور سیکولرزم کی صورت بگاڑی جارہی ہے، ملک میں ہر طرح کا تشدد اور ہنگامہ ہورہا ہے، چند لوگ مل کر کسی نہ کسی کو قتل کردیتے ہیں، حکومت کے وزیر جب جو چاہتے ہیں بولتے ہیں۔'' ان دنوں آرک بشپ کا یہ خط میڈیا اور ذرائع ابلاغ میں موضوع بحث بنا ہوا ہے اور بات کا بتنگر بنایا جارہا ہے اور اسے ہندوؤں کو متحد کرنے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے، اس خط کے مضمون میں آخر کون سی بات حقیقت واقعہ کے خلاف ہے؟ پھر ان احوال کو بدلنے کے لیے کسی عملی جدوجہد کا آغاز نہیں کیا جارہا ہے، لوگوں کو سڑکوں پر آنے، احتجاج ومظاہرہ اور دھرنے کی دعوت نہیں دی جارہی ہے، انہیں ہنگامہ اور تشدد پر نہیں ابھارا جارہا ہے، بلکہ اللہ سے دعا کرنے کی دعوت دی جارہی ہے کہ وہ ان حالات کو بدلے تاکہ ملک میں امن وسکون کا ماحول قائم ہو اور جس طرح ہندوستان پوری دنیا میں جمہوری قدروں کے لیے پہچانا جاتا تھا اور ہر مذہب کے ماننے والے مل جل کر رہتے تھے، ویسی فضا دوبارہ قائم ہوجائے۔

یہ تو ملک سے عین محبت کی علامت ہے، سادہ سے ایک خط کے جملوں کو ایسے ایسے معانی پہنانا اور اسے میڈیا ٹرائل کرکے آرک بشپ کی شخصیت کو مجروح کرنا ہر اعتبار سے قابل مذمت ہے، خط کے مضمون پر جو ہنگامہ اس وقت برپا ہے، اس پر بے اختیار فیض احمد فیض یاد آگئے:

وہ بات جس کا سارے فسانے میں ذکر نہیں ☆ وہ بات ان کو بہت ناگوار گذری ہے

اعتکاف کی حقیقت

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرہ کے اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو اور سب سے منقطع ہو کر بس اللہ سے لو لگا کے اس کے در پہ (یعنی کسی مسجد کے کونہ میں) پڑ جائے اور سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اسی کی ذکر و فکر میں مشغول رہے، یہ خواص بلکہ اخص الخواص کی عبادت ہے۔ اس عبادت کے لیے بہترین وقت رمضان المبارک اور خاص کر اس کا آخری عشرہ ہی ہوسکتا تھا؛ اس لیے اسی کو اس کے لیے انتخاب کیا گیا۔

نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں سب سے یکسو اور الگ ہو کر تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر و فکر کا ایک بیتابانہ جذبہ پیدا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں آپ مسلسل کئی مہینے غارِ حرا میں خلوت گزینی کرتے رہے، یہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اعتکاف تھا اور اس اعتکاف ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس مقام تک پہنچ گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا نزول شروع ہو جائے، چنانچہ حرا کے اس اعتکاف کے آخری ایام ہی میں اللہ کے حامل وحی فرشتے جبرائیل علیہ السلام سورۂ اقراء کی ابتدائی آیتیں لے کر نازل ہوئے۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ رمضان المبارک کا مہینہ اور اس کا آخری عشرہ تھا اور وہ رات شب قدر تھی، اس لیے بھی اعتکاف کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا انتخاب کیا گیا۔

روح کی تربیت و ترقی اور نفسانی قوتوں پر اس کو غالب کرنے کے لیے پورے مہینے رمضان کے روزے تو تمام افرادِ امت پر فرض کئے گئے گویا کہ باطن میں ملکوتیت کو غالب اور بہیمیت کو مغلوب کرنے کے لیے اتنا مجاہدہ اور نفسانی خواہشات کی اتنی قربانی تو ہر مسلمان کے لیے لازم کردی گئی ہے کہ وہ اس پورے محترم اور مقدس مہینے میں اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی عبادت کی نیت سے دن کو نہ کھائے نہ پیے، نہ بیوی سے متمتع ہو اور اسی کے ساتھ ہر قسم کے گناہوں بلکہ فضول باتوں سے بھی پرہیز کرے اور یہ پورا مہینہ ان پابندیوں کے ساتھ گزارے… پس یہ تو رمضان مبارک میں روحانی تربیت و تزکیہ کا عوامی اور کمپلسری کورس مقرر کیا گیا اور اس سے آگے تعلق باللہ میں ترقی اور ملاء اعلیٰ سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے کے لیے اعتکاف رکھا گیا۔

اس اعتکاف میں اللہ کا بندہ سب سے کٹ کے اور سب سے ہٹ کر اپنے مالک و مولا کے آستانے پر اور گویا اسی کے قدموں میں پڑ جاتا ہے۔ اس کو یاد کرتا ہے، اسی کے دھیان میں رہتا ہے، اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے، اس کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں اور قصوروں پر روتا ہے اور رحیم و کریم مالک سے رحمت و مغفرت مانگتا ہے اس کی رضا اور اس کا قرب چاہتا ہے۔ اسی حال میں اس کے دن گزرتے ہیں اور اسی حال میں اس کی راتیں… ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی بندے کی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، بلکہ ایک سال کسی وجہ سے رہ گیا تو اگلے سال آپ نے دو عشروں کا اعتکاف فرمایا۔ اس تمہید کے بعد اس سلسلے کی حدیثیں پڑھیے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا، آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی ہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ازواجِ مطہرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں اور خواتین کے لیے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے نماز پڑھنے کی مقرر کر رکھی ہو، اگر گھر میں نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہیے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال آپ اعتکاف نہیں کر سکے تو اگلے سال بیس دن تک اعتکاف فرمایا۔ (جامع ترمذی)۔

حضرت انسؓ کی اس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ایک سال اعتکاف نہ ہوسکنے کی کیا وجہ پیش آئی تھی۔ سنن نسائی اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت ابی بن کعبؓ کی ایک حدیث مروی ہے، اس میں تصریح ہے کہ ایک سال رمضان کے عشرۂ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی سفر کرنا پڑ گیا تھا اس کی وجہ سے اعتکاف نہیں ہوسکا تھا، اس لیے اگلے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ اور صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس سال کے رمضان میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن تک اعتکاف فرمایا تھا۔ یہ بیس دن کا اعتکاف غالباً اس وجہ سے فرمایا تھا کہ آپ کو یہ اشارہ مل چکا تھا کہ عنقریب آپ کو اس دنیا سے اٹھا لیا جائے گا، اس لیے اعتکاف جیسے اعمال کا شغف بڑھ جانا بالکل قدرتی بات تھی۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک ☆ آتشِ شوق تیز تر گردد

اعتکاف کے اصولی احکام:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ معتکف کے لیے شرعی دستور اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ نماز جنازہ میں شرکت کے لیے باہر نکلے، نہ عورت سے صحبت کرے، نہ بوس و کنار کرے اور اپنی ضرورتوں کے لیے بھی مسجد سے باہر نہ جائے، سوائے ان حوائج کے جو بالکل ناگریز ہیں (جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ) اور اعتکاف (روزہ کے ساتھ ہونا چاہیے) بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں اور مسجد جامع میں ہونا چاہیے، اس کے سوا نہیں۔ (سنن ابی داؤد)

صحابہ کرامؓ میں سے جب کوئی یہ کہے کہ "سنت" یہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شرعی مسئلہ یہ ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد یا طرز عمل سے جانا ہے۔ اس لیے یہ حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہوتا ہے، اس بناء پر حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں اعتکاف کے جو مسائل بیان کیے گئے ہیں، وہ نبوی ہدایات ہی کے حکم میں ہیں، اس کے بالکل آخر میں "مسجد جامع" کا جو لفظ ہے اس سے مراد جماعت والی مسجد ہے۔ یعنی ایسی مسجد جس میں پانچوں وقت جماعت پابندی سے ہوتی ہو… حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف کے لیے روزہ بھی شرط ہے اور جماعت والی مسجد کا ہونا بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ ان (اعتکاف کی وجہ سے مسجد میں مقید ہو جانے کی وجہ سے) گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کا نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے بندے کی طرف جاری رہتا ہے اور نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

دیدار الٰھی کا شوق

✍ : مفتی محمد ثناء الھدیٰ قاسمی

بندے اور اللہ کی محبت میں فرق یہ ہے کہ بندے کی محبت انسان کی بڑی کمزوری بن جاتی ہے اور محبت جب اللہ سے ہوتی ہے تو یہ انسان کی سب سے بڑی طاقت بن جاتی ہے، یہ محبت مرتبے اور فضیلت میں سب سے اعلیٰ، ارفع، حقیقی اور بلند پایہ ہے اور جس کو بقا و دوام حاصل ہے، جس کو یہ محبت نصیب ہو جاتی ہے وہ اس دنیا میں بھی رفعت و عظمت پاتا ہے اور عقبیٰ میں بھی یہی محبت اس کی بخشش و نجات کا پروانہ بنتی ہے۔

محبت کی فراوانی اور جذبات کی وابستگی جس چیز سے ہو جاتی ہے، بندہ فطری طور پر اس کو دیکھنا چاہتا ہے، چہرے کی آنکھوں سے اگر ممکن نہ ہو تو خواب ہی میں سہی دیدار کی تمنا انگڑائی لیتی رہتی ہے۔ اس تمنا میں جو کیف اور لذت ہوتی ہے اس کے ذکر کے لیے الفاظ کا دامن خالی ہے، کیوں کہ جذبات و احساسات کی دنیا لامتناہی ہے اور الفاظ کا دامن تنگ۔ یہ تمنا پروان چڑھ کر انسانی زندگی کا مطلوب اور رذہن و تصورات کا شوق بن جاتا ہے، اسے ہر جگہ اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے پھر بندہ کہہ اٹھتا ہے "لاموجود الا اللہ" کیوں کہ وہ اسی کیفیت سے دوچار ہے، اسے اور کچھ نظر نہیں آتا، یہ حقیقت کا ادراک و احساس ہے، یہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود جیسی فلسفیانہ بحث کا محل نہیں، یہ صرف ذوق کی بات ہے، کھلی آنکھوں سے نہیں، دل کی آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہے۔ یہ تڑپ جب بے چین کرتی ہے تو رات کی تاریکی میں جب ساری دنیا خواب و استراحت کی آغوش میں ہوتی ہے بندہ اپنے رب سے مصلیٰ پر راز و نیاز میں مشغول ہو جاتا ہے، اپنی پیشانی بارگاہ خداوندی میں خم کر کے سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور معراج کی لذت کو محسوس کرتا ہے۔ اللہ رب العزت سے اسی محبت کا تقاضا ہے کہ بندہ پوری زندگی دیدار الٰہی کی تڑپ لے کر زندگی گذارتا ہے اور شوق کے پاؤں سے نہیں پَروں سے دیدار الٰہی کی منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے، پھر موت آجاتی ہے تو بندہ اس پل کو عبور کر لیتا ہے جو محبوب و محبّ کے درمیان حائل تھا اور اب وہ قیامت میں کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کرے گا اور یہ سب سے قیمتی دولت ہوگی جو ایمان والوں کو اللہ کی طرف سے نصیب ہوگی۔

ہمارے کرم فرما حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف صاحب حفظہ اللہ اہل دل بھی ہیں، اہل حال و قال بھی، اللہ تعالیٰ ان سے بڑا کام لے رہا ہے، مصلی جستو رجو اصطلاحی طور پر مسجد تو نہیں جماعت خانہ ہے، یہاں نماز بھی ہوتی ہے، تزکیہ کی مجلس بھی لگتی ہے، درس قرآن کے حلقے بھی ہیں اور وعظ و تذکیر سے تصفیۂ قلب کا کام بھی ہوتا ہے، ان سب مشغولیات و مصروفیات کے ساتھ مفتی صاحب تصنیف و تالیف کے لیے بھی وقت نکالتے ہیں، پھر موضوعات کا انتخاب بھی الہامی ہوتا ہے اور اس کے اثرات قلم سے نکل کر حروف کے واسطے سے سیدھے دلوں پر دستک دیتے ہیں، اور دل کی دنیا بدل جاتی ہے، اور دماغ میں عرفان الٰہی کا ایسا مسکن بنتا ہے کہ سارے اعضاء و جوارح سے ایسے اعمال ہی نکلتے ہیں جو شریعت کو محبوب اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کی اب تک جتنی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ان میں تجلیات قدسیہ، نفحات قدسیہ، علامات ایمان، کیمیائے درویشاں، اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مجموعہ وصایا انبیاء اور اولیاء، تلاوت کلام اللہ سے قبل استعاذہ کی حکمتیں، لاحول والاقوہ الا باللہ، قرآن و حدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے، علامات سعادت، درود و سلام کا مقبول تحفہ وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

دیدار الٰہی کا شوق حضرت مفتی صاحب کی انتہائی وقیع کتاب ہے جو واردات قلبی کا مظہر ہے، اس میں آمد ہی آمد ہے، آورد نہیں ہے، آمد نے اس کتاب کی تاثیر میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے، چھ سو پچیس صفحات پر مشتمل اس کتاب کے چوہتر صفحات تقریظ اور تعارفی کلمات پر مشتمل ہیں، تقریظ لکھنے والوں میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی، حضرت مولانا الیاس گھمن، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور، حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی، مولانا مفتی عارف باللہ قاسمی جیسے اکابر علماء شامل ہیں، جن کی تقریظات میں اس موضوع پر بڑی اچھی بحثیں جمع ہوگئی ہیں اور علمی نکات آگئے ہیں جو اس موضوع کو سمجھنے میں انتہائی مفید اور کارآمد ہیں۔ تعارفی کلمات مفتی صاحب کے عزیزوں کے نگاشات پر مشتمل ہے اور وہ سب ان کے صاحب زدگان ہیں۔ دیدار الٰہی پر بڑا منتخب کلام عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب اور مفتی صاحب کے بھائی قاری فطین اشرف صدیقی کا داخل کتاب ہے۔ مفتی صاحب نے قرآن و احادیث کے حوالہ سے اس موضوع پر اچھا مواد جمع کر دیا ہے۔ تاریخ و سیر میں موجود احوال اولله والوں کے واقعات کی کثرت سے ذکر کی وجہ سے بھی پڑھنے والے پر اچھا تاثر قائم ہوتا ہے، حضرت مولانا احمد خضر شاہ مسعودی نے بجا لکھا ہے کہ "کتاب میں ان آیات واحادیث کو جمع کر لیا گیا ہے، جن میں دیدار الٰہی سے پیوستہ کوئی کلام موجود ہے، اس تصنیف میں ایسی بحثیں ہیں، جن سے اعمال صالحہ کا ذوق ابھرتا، اسلامی حمیت جلا پاتی اور زیارت ربانی کا شوق پروان چڑھتا ہے، اس میں علمی مباحث بھی ہیں، اکابر کے واقعات بھی ہیں، اسلاف کے بیان کردہ اچھوتے نکات بھی ہیں، ان کے ساتھ ترتیب عمدہ، قلم شگفتہ اور مندرجات باوزن ہیں، راقم کی نظر سے اس موضوع پر ایسی مفید اور جامع کتاب نہیں گذری ہے۔" مولانا مفتی عارف باللہ قاسمی لکھتے ہیں: "دیدار الٰہی کا شوق صرف اس کتاب کا رسمی نام ہی نہیں، بلکہ در حقیقت یہ کتاب سب سے عظیم ترین نعمت "دیدار الٰہی" کا شوق پیدا کرنے کا ایک مؤثر نسخہ ہے، جس کی ہر سطر سے پڑھنے والے میں یہ شوق ابھرتا ہے اور فزوں سے فزوں تر ہوتا چلا جاتا ہے۔" میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں تحریروں سے جو اقتباس نقل کیے گئے ہیں وہ اس کتاب کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں، الامداد چیریٹیبل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ مادھو پور سلطان پور ٹھاہر، وایا رونی سید پور، ضلع سیتامڑھی نے اسے شائع کیا ہے، کتاب پر قیمت درج نہیں ہے، مفت مل سکتی ہے، اس کے علاوہ حقوق محفوظ نہیں ہیں، من وعن شائع کرنے کی عام اجازت ہے۔ میں مفتی صاحب کو اس البیلی اور مبارک کتاب کی تصنیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میرے اندر بھی دیدار الٰہی کا وہی شوق پیدا فرما دے، آمین!

رویت ہلال کا ثبوت؛ طریقۂ کار و دلائل

مولانا حسین احمد قاسمی دار القضاء امارت شرعیہ

بنیادی طور پر رمضان کے روزے کا ثبوت دو طریقہ سے ہوتا ہے، اول: رویت ہلال جب کہ مطلع صاف ہو، دوم: مہینے کے تیس دن پورے ہو جائیں، جب کہ فضا ابر آلود ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرة/۱۸۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: إذا رأيتم الهلال فصوموو إذا رأيتموه فأفطروا، فإن غم عليكم فأتموا شعبان ثلاثين إلاإن تروا الهلال قبل ذلك ثم صوموا رمضان ثلاثين إلا ترو الهلال قبل ذلك (ترمذی شريف ؛ باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال و الإفطار له :۱/۱٤۸)

ثبوت رمضان

رمضان کے چاند کا حکم دوسرے تمام مہینوں کے چاند سے مختلف ہے، چنانچہ احناف، شوافع اور حنابلہ کا مسلک ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو ثبوت رمضان کے لیے ایک شخص کی خبر کافی ہے۔ (احکام القرآن للجصاص: ۱/۲۰۲، عمدة القاری: ۵/۱۰/۲۸۱، شرح المهذب مع شرحه المجموع :٦/۲٦۵، المغنی :۳/۷) اور اگر مطلع صاف ہو تو شوافع کے نزدیک ثبوت رمضان کے لیے ایک عادل شخص کی شہادت کافی ہے۔ (المجموع شرح المهذب :٦/۲۷٦) جب کہ مالکیہ خبر مستفیض کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ (الفقه الاسلامی و ادلته ۲/٦۰۰) یہی احناف کا مشہور قول ہے۔ (هنديه :۱/۱۹۸، احکام القرآن للجصاص: ۱/۲۰۲) خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ ایک اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی شہادت دے جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ (رسائل ابن عابدين :۱/۲۳٤، الفقه الاسلامی و ادلته :۲/٦۰۰) فقہاء کرام کے یہاں اس کی کوئی تعداد مقرر نہیں، البتہ اتنی تعداد ہونی چاہئے جس سے قاضی یا امام کو اس خبر کے صدق کا یقین ہو جائے۔

ثبوت شوال

مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں عید الفطر کا ثبوت دو عادل شخص کی گواہی سے ہی ہوگا، ائمہ اربعہ بلکہ تمام ہی فقہاء کا یہی مسلک ہے، سوائے ابو ثور؛ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: و لم يختلف أهل العلم فی الإفطار أنه لا يقبل فيه إلا شهادة رجلين (ترمذی ؛ باب ما جاء فی الصوم بالشهادة :۱/۱٤۸) اور اگر مطلع بے غبار ہو، فضا صاف ہو تو مالکیہ اور احناف کے یہاں خبر مستفیض ضروری ہے، جبکہ دیگر فقہاء کے یہاں دو عادل شخص کی شہادت بھی کافی ہے۔ (الفقه الاسلامی و ادلته:۱/٦۰۰، شامی :۳/۳۵٦)

اختلاف مطالع

اس سلسلہ میں تین بحثیں ہیں؛ پہلی بحث یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، یا نہیں؟ تو جاننا چاہئے کہ متقدمین احناف کے یہاں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور یہی مالکیہ کا مذہب ہے۔ (الفقه الاسلامی و ادلته ۲/۲۰۹، فقه السنة :۱/۲٦۸) لیکن بعد میں متأخرین نے اس بات کو طے کر لیا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جانا چاہئے، صاحب ہدایہ، علامہ کاسانی، صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ، علامہ زیلعیؒ، صاحب مراقی الفلاح وغیرہ بیشتر لوگوں نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے۔

۲۔ دوسری بحث اس میں یہ ہے کہ اختلاف مطالع کے حدود کیا ہونے چاہئیں تو اس سلسلہ میں تقریباً دس اقوال ہیں، ان میں سے جو قول بعد میں راجح قرار پایا، وہ یہ ہے کہ ایک دن کا فرق اختلاف مطالع کا معیار ہونا چاہئے، اور یہ قول نص سے بھی قریب تر ہے، کیوں کہ حدیث میں ۲۹/۳۰ دن کے مہینے ہونے کی تصریح ہے، لہٰذا اگر کوئی ۲۸/ تاریخ کو رویت ہلال کی شہادت دے یا ۳۱/ تاریخ کو تو قبول نہیں کی جائیگی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الشهر هكذا و هكذا و خنس سليمان اصبعه فی الثالثة يعنی تسعاً و عشرين" (ابوداؤد: باب الشهر يكون تسعاً و عشرين : ۱/۳۱۷)

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۳/۴/ مئی ۱۹۶۷ء کو مختلف مکاتب فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے مل کر جو فیصلہ کیا تھا، اس میں بھی اسی قول کو راجح قرار دیا گیا ہے، اس مجلس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے یہ ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے۔

۲۔ بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادۃً ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہو، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہو اور دوسرے میں ایک دن کے بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لیے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸/ دن کا رہ جائے گا، اور کسی جگہ ۳۰/ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ (جدید فقہی مسائل ۲/۴۴)

تیسری بحث یہ ہے کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک ہے، سوائے کیرالہ کے؛ لہٰذا پورے ہندوستان میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لیے معتبر ہے۔ چنانچہ اسی مذکورہ مجلس نے جو فیصلہ کیا ہے، اسکی پانچویں شق اس طرح ہے۔

"۵۔ ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہندو پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے، شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

٦۔ مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہندو پاک کے مطلع سے علاحدہ ہے، یہاں کی رویت ان ملکوں کے لیے اور ان ملکوں کی رویت یہاں کے لیے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں ہے، اس لیے کہ ان میں اور ہندو پاک میں اتنی دوری ہے، عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔" (جدید فقہی مسائل؛ ۲/۴۴)

چونکہ عام طور پر کیرالہ میں ہمارے مقابلہ میں ایک دن قبل چاند نظر آجاتا ہے، اس لیے اس کا مطلع ہمارے یہاں کے مطلع سے مختلف مانا جائے گا اور وہاں کی خبر پر ہمارے یہاں مہینہ کی ابتداء نہیں مانی جائے گی۔

سوال: پٹنہ کے علاوہ پورے ہندوستان میں چاند کی شہادت لینے کے لیے مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا کیا طریقۂ کار ہے ؟

جواب: بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ میں تقریباً پینسٹھ ذیلی دار القضاء قائم ہیں، نیز رویت ہلال کی ایک سو پینتیس ذیلی کمیٹیاں ان تینوں صوبوں میں قائم ہیں، لہٰذا پٹنہ کے علاوہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ میں جہاں بھی کوئی چاند دیکھے تو وہ یا تو ذیلی کمیٹی کے پاس جا کر شہادت دے یا پھر ذیلی دار القضاء کے قاضی کے پاس شہادت دے دے یا مقامی امام مسجد کے پاس یا مدرسہ کے مفتی و ذمہ دار کے پاس جا کر شہادت دے، پھر وہ افراد کمیٹی یا قاضی فیصلہ کر کے رویت کا اعلان کر دیں اور اس کی خبر مرکزی دار القضاء کو دے دیں، اس پر مرکز سے رویت کا اعلان ہو جاتا ہے، ان تینوں صوبوں کے علاوہ میں طریقہ کار یہ ہے کہ اس صوبہ کی مقامی رویت ہلال کمیٹی اپنے یہاں کی رویت کی شہادت قلم بند کر کے فیصلہ کر لے تو ہم لوگ اس کمیٹی سے رابطہ کر کے اس کی کاپی جدید ذرائع ابلاغ سے منگوا کر اس کے مطابق اعلان کر دیتے ہیں۔

سوال: ایک جگہ کی رویت کی شہادت کے بعد اعلان و فیصلہ کو دوسری جگہ قبول کس طرح کیا جائے گا؟

جواب: جہاں شہادت کے بعد رویت کا فیصلہ کسی معتبر رویت ہلال کمیٹی نے کیا ہو تو اس سے رابطہ کر کے فیصلہ کی کاپی منگوا کر اس کے مطابق اعلان کیا جائے۔

سوال: شام کو مغرب کے بعد کیا اعلان ہوگا اور کتنی دیر انتظار مناسب ہوگا؟

جواب: غور و فکر کر کے اس سلسلہ میں تمام ادارے کوئی وقت اتفاق رائے سے مقرر کر لیں اور بیک وقت ایک ہی اعلان تمام ادارے کریں۔ فقہ میں ہے کہ چاند ہونے پر صبح صادق سے پہلے پہلے رمضان کے چاند کا اعلان کر دیا جائے۔" ان وقت الإعلام بالنسبة لرمضان هو ما قبل فجر اليوم منه۔" (مواهب الجليل :۲/۳۹۲ بحواله الموسوعة الفقهية: ۳۹/۲۲)

سوال: توپ کی آواز، لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹی وی، فون یا وہاٹس ایپ یا سوشل میڈیا کے دوسرے ذرائع سے موصول خبر و اعلان پر روزہ رکھنا، افطار کرنا، عید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ان ذرائع میں سے توپ کی آواز، لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ کسی رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کے فیصلہ کا اعلان ہوگا، چاند کی خبر یا چاند کی شہادت نہیں ہوگی، لہٰذا اگر یہ اطلاع کسی رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف منسوب ہے تو اس علاقہ کے لوگوں کے لیے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، اس لیے کہ یہ اطلاع محض نہیں ہے بلکہ ایک فیصلہ کا اعلان ہے، البتہ دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لیے خبر کا درجہ رکھے گی اور وہاں کے ارباب حل وعقد اور رویت ہلال کمیٹی سے متعلق ذمہ داروں پر موقوف رہے گا کہ وہ اگر اس خبر کو فیصلہ کے لیے کافی سمجھیں تو فیصلہ کر دیں ورنہ نہیں۔ "خبر منادی السلطان مقبول عدلاً كان أو فاسقاً" (فتاویٰ هنديه: ٤/ كتاب الكراهية)

جب کہ دوسرے علاقوں میں چونکہ اس کی حیثیت منادی سلطان کی نہیں ہے، کیوں کہ وہاں کے مسلمانوں نے ان کو اپنے علاقہ کے لیے اس کا مجاز تسلیم نہیں کیا ہے، لہٰذا ان کے لیے یہ محض اطلاع ہوگی، اعلان نہ ہوگا، اور وہاں کے ذمہ داروں پر موقوف ہوگا کہ وہ اس کی روشنی میں فیصلہ کریں، ہاں اگر پورے ہندوستان کی مرکزی رویت ہلال کمیٹی بن جائے اور تمام علاقوں کے لوگ اس کو تسلیم کر لیں یا پورے ملک کی سطح پر امارت شرعی قائم ہو جائے اور امیر شریعت منتخب کر لیا جائے تو اب اس کا اعلان پورے ملک کے لیے فتاویٰ سلطان کی اطلاع کے حکم میں ہوگا اور سبھوں کے لیے اس کی تعمیل ضروری ہوگی۔ یہ تو ان خبروں کی بابت ہے جو شرعی ذمہ داروں کی طرف منسوب ہوں، لیکن وہ خبریں جو مبہم انداز پر ہوں مثلاً فلاں مقام پر چاند دیکھا گیا، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔" (جدید فقہی مسائل/ ۳۵)

اور فون، وہاٹس ایپ وغیرہ کے ذریعہ فیصلہ کی خبر ہے تو اگر صحیح ہونے کا گمان غالب ہو جائے جیسا کہ تحریر میں ہوتا ہے تو ٹی وی وغیرہ کے اعلان کی طرح اس کا حکم ہے اور اگر چاند کی خبر فون یا وہاٹس ایپ کے ذریعہ ہو تو دیکھیں گے کہ جن صورتوں میں رویت کے ثبوت کے لیے خبر کافی ہے تو ان صورتوں میں فون یا وہاٹس ایپ کی مصدقہ خبر رویت کے ثبوت کے لیے کافی ہے، اور جن صورتوں میں رویت کے ثبوت کے لیے شہادت شرط ہے تو چونکہ شہادت کے لیے مجلس میں حاضر ہونا ضروری ہے، اس لیے ان صورتوں میں فون یا وہاٹس ایپ کی خبر معتبر نہیں ہوگی۔

رہی یہ بات کہ کن صورتوں میں رویت کے ثبوت کے لیے خبر کافی ہے اور کن صورتوں میں شہادت ضروری ہے تو اس کی تفصیل گذر چکی، اجمالی طور پر اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ اول یہ کہ اگر مطلع صاف ہو تو فقہاء رمضان المبارک اور عید الفطر ہر دو موقعوں پر خبر معتبر کو رویت کے لیے کافی قرار دیتے ہیں، بشرطیکہ خبر مستفیض ہو؛ خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی اطلاع دے کہ جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا ناقابل تصور ہو۔ (رسائل ابن عابدين ؛۱/۲۳٤) اس صورت میں دو آدمی کی شہادت کافی نہیں ہے۔

۲۔ دوم یہ کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو رمضان المبارک کے چاند کے لیے ایک معتبر آدمی کی خبر کافی ہے کہ اس نے بچشم خود چاند دیکھا ہے۔ (قدوری/ ۴۹)

۳۔ سوم یہ کہ اگر مطلع ابر آلود ہو اور عید الفطر یعنی شوال کے چاند کا معاملہ ہو تو رویت کے ثبوت کے لیے دو معتبر آدمیوں کی شہادت ضروری ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

زکوٰۃ کے مصارف اور موجودہ حالات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

زکوٰۃ کا بنیادی مقصد ہے: غرباء کی ضرورتوں کو پوری کرنا؛ لیکن زکوٰۃ خرچ کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ جس پر چاہیں، اس رقم کو خرچ کردیں؛ بلکہ خود زکوٰۃ کے مصارف متعین فرمادیئے، سورہ توبہ کی آیت نمبر: ۶۰ میں اس کا ذکر موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ مانگنے والے سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو زکوٰۃ کے معاملہ میں یہ بات پسند نہیں آئی کہ پیغمبر یا کوئی اور شخص اس کا مصرف متعین کرے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی مستحقین زکوٰۃ کی آٹھ مدات متعین فرمادیں، اگر تم اس میں سے ہو تو میں تمہیں اس میں سے دوں گا: ’’فإن کنت من اهل تلک الاجزاء اعطیتک‘‘ (ابوداود، عن زیاد بن حارث صدائی، باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی، حدیث نمبر: ۱۶۳۲) پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن نے مصارفِ زکوٰۃ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: ’’إنما الصدقات‘‘ عربی گرامر کے رُو سے ’إنما‘ کا لفظ حصر اور محدودیت کو بتاتا ہے، یعنی زکوٰۃ صرف ان ہی آٹھ مصارف میں خرچ کی جاسکتی ہے، کسی اور مصرف میں نہیں؛ اس لئے مصارف زکوٰۃ کی بڑی اہمیت ہے۔

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں پہلا اور دوسرا مصرف فقراء اور مساکین ہیں، فقیر و مسکین میں سے ایک کے معنی ضرورت مند کے ہیں اور دوسرے کے بہت زیادہ ضرورت مند کے؛ لیکن اس غربت کا معیار کیا ہے، جس کی بنیاد پر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا نقطہ نظر ہے کہ اس شخص کے پاس نصابِ زکوٰۃ کے بقدر مال موجود نہ ہو؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے والی کو زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے سلسلہ میں حکم دیا کہ زکوٰۃ مسلمان مالداروں سے لی جائے اور ان ہی کے فقراء میں تقسیم کردی جائے: ’’تؤخذ من اغنیاء هم وترد فی فقراء هم‘‘ (بخاری، عن ابن عباسؓ، باب وجوب الزکوٰۃ، حدیث نمبر: ۱۳۹۵) اس سے معلوم ہوا کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے، وہ شریعت کی نظر میں غنی یعنی مالدار ہے، اور جس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو وہ فقیر اور مستحق زکوٰۃ ہے؛ لیکن موجودہ حالات میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ روپیہ، مالِ تجارت اور سونے یا چاندی کے نامکمل نصاب میں چاندی کے نصاب چھ سو بارہ گرام چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا سونے کے نصاب ساڑھے ستاسی گرام سونے کا؟ عام طور پر علماء ہند نے چاندی کے نصاب کو معیار مانا ہے اور عرب علماء و فقہاء نے سونے کے نصاب کو، موجودہ زمانہ میں چاندی کے نصاب کی مقدار بہت کم ہوجاتی ہے، بہت سی دفعہ نہایت محتاج حضرات بھی اس نصاب کے حامل ہوتے ہیں؛ اس لئے اس حقیر کا رجحان دوسری رائے کی طرف ہے، بہرحال جو لوگ نصابِ زکوٰۃ کے بہ قدر مال کے مالک نہ ہوں اور اس معیار کے مطابق غریب و محتاج ہوں، ان ہی کے لئے زکوٰۃ جائز ہے، افسوس کہ آج کل اچھے خاصے، کھاتے کماتے لوگ اپنے لئے زکوٰۃ کے طلب گار ہوجاتے ہیں، کبھی اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے زکوٰۃ کی بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہئے کہ رسول اللہ ا نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی ضرورت پوری ہوجانے کے باوجود سوال کا ہاتھ پھیلایا، وہ اپنے لئے دوزخ کی آگ میں اضافہ کرتا ہے: ’’من سأل وعنده مایغنیه فإنما یستکثر من النار‘‘ وقال النفیلی فی موضع آخر: ’’من جمر جهنم‘‘. (تفسیر قرطبی: ۱۷۳/۸)

زکوٰۃ دینے والوں کو بھی چاہئے کہ زکوٰۃ چاہے کسی فرد کو دیں یا کسی ادارہ کو؟ اچھی طرح تحقیق کرلیں کہ کیا واقعی یہ شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے؟ کیا یہ ادارہ عالم واقعہ میں موجود ہے؟ ان کے یہاں زکوٰۃ کے مدات ہیں یا نہیں؟ اگر خود تحقیق نہ کرسکیں تو معتبر لوگوں اور اداروں کی تحقیق پر بھروسہ کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ خود تحقیق کرکے مطمئن ہوجائیں، اگر بلا تحقیق زکوٰۃ دے دی؛ حالاں کہ وہ شخص یا ادارہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (تبیین الحقائق: ۳۰۴/۱) اسی طرح پیشہ ور بھکاریوں کو بھی زکوٰۃ نہیں دینی چاہئے، یہ وہ لوگ ہیں جو ضرورت کی بنا پر نہیں؛ بلکہ پیشے کے طور پر بھیک مانگتے ہیں؛ حالاں کہ ان کے پاس بڑی بڑی رقمیں موجود ہوتی ہیں، ان کو زکوٰۃ دینا گداگری کی خُو کو بڑھانا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کی شفقت و رحمت ہوسکتی ہے؟ لیکن جب آپ کے سامنے ایک صاحب نے دست سوال پھیلایا تو آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ان کو محنت کرکے کھانے کی تدبیر بتائی؛ (ابن ماجہ، عن انسؓ، حدیث نمبر: ۲۱۹۸) اس لئے بھکاریوں کی اس خو کو بڑھا کر ملت کی ذلت و رسوائی میں اضافہ کا سبب نہیں بننا چاہئے۔

زکوٰۃ کا تیسرا مصرف ’عاملین‘ یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے ہیں، اصل عاملین تو اسلامی حکومت کی طرف سے ہوا کرتے تھے؛ لیکن نہ صرف ہندوستان؛ بلکہ خود مسلم ممالک میں بھی آج نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ بیت المال؛ اس لئے جو لوگ زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے حساب و کتاب وغیرہ کا کام انجام دیتے ہیں، ان کو زکوٰۃ میں سے اُجرت ادا کی جاسکتی ہے، یہ رقم ان کو اعانت اور زکوٰۃ کے طور پر نہیں؛ بلکہ بطور اُجرت اور حق الخدمت کے دی جائے گی؛ کیوں کہ وہ مستحقین زکوٰۃ کا کام کرتے ہیں؛ اس لئے مستحقین زکوٰۃ کے اجیر ہونے کی حیثیت سے انھیں اُجرت دی جاتی ہے؛ اسی لئے عاملین کا غریب اور مستحق زکوٰۃ ہونا ضروری نہیں ہے؛ کیوں کہ نتیجہ کے اعتبار سے انھیں یہ رقم بطور زکوٰۃ کے نہیں دی جاتی، زکوٰۃ کے مالک تو وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے؛ لیکن وہ اس مال کے مالک کی حیثیت سے لوگوں کو ان کا محنتانہ ادا کرتے ہیں۔

اُجرت کے سلسلہ میں اُصول ہے کہ اجیر کا کام متعین ہو اور اس کی اُجرت مقرر ہو؛ لہٰذا آج کل مدارس اور دوسرے دینی اداروں کے جو سفراء ہیں، ان کی تنخواہ مقرر ہونی چاہئے نہ کہ کمیشن، جیسا کہ آج کل بعض چھوٹے چھوٹے اداروں کے سلسلہ میں سننے میں آتا ہے، ہاں، اس بات کی گنجائش ہے کہ تنخواہ مقرر کرتے ہوئے وصولی کی ایک مقدار مقرر کردی جائے اور کہہ دیا جائے کہ اگر آپ اس سے زیادہ وصول کریں گے تو آپ کو خصوصی انعام بھی دیا جائے گا، اس طرح ان کو محنت کرنے کی ترغیب ہوگی، یہ تنخواہ ان کی وصولی کی صلاحیت کے لحاظ سے مقرر ہوسکتی ہے اور جیسے جیسے وصولی بڑھتی جائے، ان کی تنخواہ بڑھائی جاسکتی ہے، اس سے کام کرنے والوں میں اخلاص کی کیفیت بھی باقی رہے گی، شرعی قباحت بھی پیدا نہ ہوگی اور محنت سے کام کرنے کی ترغیب بھی ہوگی؛ چنانچہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اپنے پانچویں سیمینار منعقدہ اعظم گڑھ میں بالاتفاق چندہ وصولی پر کمیشن کے ناجائز ہونے کا فیصلہ کرچکا ہے۔

یہ بات بھی ضروری ہے کہ محصلین اپنی وصول کردہ رقوم زکوٰۃ پہلے مدرسہ یا ادارہ میں جمع کردیں، پھر ذمہ دار ادارہ جیسے دوسرے عملہ کو تنخواہ دیتا ہے، اسی طرح ان کی بھی تنخواہ ادا کرے؛ تاکہ ان کے حق الخدمت میں اُجرت کی کیفیت برقرار رہے، رقم ادا کئے بغیر اپنے طور پر وصول شدہ رقم سے محنتانہ وصول کرلینا گویا زکوٰۃ کی رقم لینا ہے؛ حالاں کہ اس کو جو کچھ دیا جائے گا، وہ بطور حق المحنت کے ہے نہ کہ بطور زکوٰۃ کے — یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ زکوٰۃ کا اصل مصرف فقراء و مساکین ہیں، عاملین کی حیثیت ضمنی ہے؛ کیوں کہ وہ فقرا کے لئے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو ان کی ایسی اُجرت مقرر نہیں ہونی چاہئے کہ گویا زکوٰۃ ان ہی کے لئے وصول کی گئی ہے، زکوٰۃ دینے والے، مدرسہ یا ادارہ کو زکوٰۃ دیتے ہیں کہ وہ اس کو ضرورت مندوں پر خرچ کریں نہ کہ محصلینِ زکوٰۃ کی ضروریات کے لئے؛ اس لئے اس کام پر اُجرت کی غیر معمولی مقدار شریعت کے مزاج کے بھی خلاف ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے کے منشاء کے بھی مغائر ہے۔

چوتھا مصرف ’مولفۃ القلوب‘ ہیں، تالیف قلب سے دل جوئی کرنا مراد ہے، مفسرین کے یہاں اس سلسلہ میں خاصا اختلاف ہے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ فقہا کے ایک گروہ کے نزدیک اس میں غیر مسلموں کے بھی دو گروہ شامل ہیں، ایک: وہ جن کے بارے میں اُمید کہ مالی اعانت سے متاثر ہوکر وہ دامن اسلام میں آجائیں گے، دوسرے: وہ لیڈر اور زور آور قسم کے لوگ، جن کی اعانت کرکے ان کو خاموش رکھا جاسکتا ہو، مسلمانوں کے بھی دو گروہوں کا فقہاء نے ذکر کیا ہے، ایک: مسلم ملک کی سرحد پر آباد لوگ، کہ وہ اپنی جگہ جمے رہیں، چھوڑ کر شہر کی طرف نہ آجائیں؛ کیوں کہ اس زمانہ میں ملک کی حفاظت کے لئے تنخواہ دار فوجیوں کا انتظام نہیں تھا، رضا کارانہ طور پر ہر شخص ملک کے دفاع کی خدمت انجام دیتا تھا، اس لئے سرحدی آبادیوں کی بڑی اہمیت تھی اور گویا ان کی حیثیت ایک دفاعی لائن کی ہوتی تھی، ظاہر ہے کہ اب یہ صورت باقی نہیں رہی، دوسرے: وہ نومسلم حضرات جن کے بارے میں امکان ہو کہ مالی اعانت کی وجہ سے ان کے ایمان میں پختگی اور ثابت قدمی پیدا ہوگی، نیز ان کی بہتر صورت حال کو دیکھ کر سابق سماج سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی ترغیب ہوگی، سیدنا حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اس سلسلہ کو اس لئے بند فرمادیا کہ اس وقت اسلام کو ایسا غلبہ حاصل ہوچکا تھا کہ اس مد کی ضرورت باقی نہیں رہی؛ لیکن موجودہ حالات میں اس کا حکم باقی ہے یا نہیں؟ اس میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے، تاہم اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو نومسلم غربت و افلاس سے دوچار ہوں، اپنے سابق سماج کو چھوڑنے کی وجہ سے بے سہارا ہوگئے ہو، ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور ان کو ترجیحی طور پر زکوٰۃ دینی چاہئے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں، انھیں بعض اوقات جسمانی تکلیف بھی پہنچائی جاتی ہے اور ایسا نہ بھی ہو تو کم سے کم انھیں سماج سے الگ تھلگ کردیا جاتا ہے، گھر سے نکال دیا جاتا ہے، رشتہ دار ترک تعلق کرلیتے ہیں، ملازمت سے ہٹا دیا جاتا ہے، نئی ملازمت بھی نہیں مل پاتی ہے، اگر ان کا تعلق نچلی ذات سے ہو تو جو خصوصی مراعات حاصل تھیں، وہ ختم کردی جاتی ہیں، ان حالات میں اگر مسلمان انھیں سہارا نہ دیں اور اپنے سینے سے نہ لگائیں تو کون ہے جو ان کے لئے سہارا بنے؟ بعض دفعہ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ اس کسمپرسی سے تنگ آکر وہ کفر کی طرف واپس ہوجاتے ہیں، حد تو یہ ہے کہ خاندانی مسلمان نہ تو ان کو اپنی لڑکیاں دیتے ہیں اور نہ ان کی لڑکیاں اپنے یہاں لاتے ہیں، وہ مسلمان ہوکر ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ دوسرے درجہ کا مسلمان ہے؛ اس لئے جو لوگ واقعی نومسلم ہیں اور وہ بطور پیشے کے ہاتھ نہیں پھیلاتے؛ بلکہ حقیقت میں ضرورت مند ہیں، ان کا زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ تعاون کرنا چاہئے؛ البتہ تحقیق ضروری ہے؛ کیوں کہ بعض ایسے حضرات بھی ہیں کہ کئی پشت پہلے ان کے آباء و اجداد مسلمان ہوئے اور اب وہ بہتر زندگی گذار رہے ہیں؛ لیکن پھر بھی اپنے آپ کو نومسلم کہہ کر چندہ وصول کرتے پھرتے ہیں، اسی طرح بعض نومسلموں نے اسی کو اپنا ذریعہ معاش بنالیا ہے، وہ صحت مند ہونے کے باوجود کام کاج نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرتے ہیں، ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دے کر ان کی ہاتھ پھیلانے کی خو کو بڑھانا نہیں چاہئے؛ بلکہ ان کی تربیت کرنی چاہئے کہ وہ محنت مزدوری کرکے حلال روزی کمائیں کہ یہ بھی ایک شرعی فریضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دین فطرت بنایا ہے اور ہمیشہ اس کی اشاعت، اس کی فطری تعلیمات، روحانیت اور اخلاقی اقدار کی وجہ سے ہوئی ہے، یہ دین اپنی اشاعت میں نہ دولت کا محتاج ہے اور نہ طاقت کا، پوری اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے؛ البتہ برادرانِ وطن کو اسلام کی دعوت دینے اور اسلام کی طرف لانے میں مالی اخراجات بھی مطلوب ہوتے ہیں، اور انھیں غیر مسلم مدعوئین پر بھی خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس کے لئے مسلمانوں کو عطیات کی رقم پیش کرنی چاہئے، مسلمان اصحابِ خیر، تجار، اور سرکاری ملازمین تیس فیصد سے ستر فیصد تک انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں تو کیا وہ دین کے اتنے اہم مقصد کے لئے اپنی آمدنی کا ایک دو فیصد خرچ نہیں کرسکتے؟ یہ بات بڑی ہی افسوسناک ہے کہ ملت میں سارے اجتماعی کاموں کو زکوٰۃ کی رقم سے پورا کرنے کا رجحان پیدا ہورہا ہے، آخر اس ڈھائی فیصد رقم سے کیا کیا کام ہوسکے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے: ’’إن فی المال حق سوی الزکوٰۃ‘‘ (ترمذی، حدیث نمبر: ۶۶۰) اس حق کو بالکل فراموش کردینا اور سارے کام کو اسی ڈھائی فیصد پر منحصر کردینا کیا شریعت کی پیروی اور دین سے حق محبت کی ادائیگی کے لئے کافی ہے؟

زکوٰۃ کے پانچویں مصرف کو قرآن نے ’’وفی الرقاب‘‘ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، ’’رقبۃ‘‘ کے معنی گردن کے ہیں، یعنی اگر کسی کی گردن پھنسی ہوئی ہو تو اس کو چھڑایا جائے، یہ عربی زبان کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے ’غلام‘ مراد ہیں، مطلب یہ ہے کہ غلام کی مدد کی جائے کہ وہ اپنے آپ کو آزاد کراسکیں،، یا ان کو خرید کر آزاد کردیا جائے، اسلام بنیادی طور پر انسانوں کو غلام بنانے یا غلام بنائے رکھنے کا قائل نہیں ہے؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دور میں تشریف لائے، اس وقت بیک جنبشِ قلم غلامی کو ختم کرنا ممکن نہیں تھا؛ اس لئے آپ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی، (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

عصمت دری کے لامحدود واقعات عدم حساسیت کی نشانی

اندرا جے سنگھ (ہندوستان ٹائمز ۳۱/مئی ۲۰۱۸ء)
ترجمہ: سید محمد عادل فریدی

صرف قانون سے بچوں کے ساتھ ہونے والی عصمت دری کو نہیں روکا جا سکتا ہے، رشتہ داروں کے ذریعہ اور خاندان کے اندر ہونے والی عصمت دری کے واقعات کی تو پولیس میں شکایت بھی نہیں درج کرائی جاتی، جب تک بچوں کے تئیں ہمارا رویہ نہیں بدلے گا چائلڈ ریپ یوں ہی جاری رہیگا۔

چائلڈ ریپ یعنی بچوں کے ساتھ عصمت دری اور جنسی تشدد کے واقعات روزانہ اخبارات کی سرخیاں بنتے رہتے ہیں، لیکن صرف 29.6% مجرموں کو ہی سزا مل پاتی ہے، جب کہ مقدمات کے درج ہونے کا تناسب 89% ہے۔ جس کو میرے خیال سے صرف عدالتوں کے پاس وقت کی کمی اور مناسب تعداد میں ججوں کے دستیاب نہ ہونے کا بہانہ کہہ کر نہیں ٹالا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ یہ جانچ ایجنسیوں اور پالیسی سازوں کی لا پرواہی اور عدم حساسیت کو ظاہر کرتا ہے۔ بالغوں کے مقابلہ میں بچوں کے ساتھ عصمت دری کے معاملہ میں بہت ہی معمولی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے، قانون کے مطابق بالغ خاتون کے ساتھ عصمت دری کے معاملہ میں یہ بھی ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس میں اس خاتون کی مرضی شامل نہیں تھی (کیوں کہ مرضی کے ساتھ قائم کیے ہوئے جنسی رشتے کو ملکی قانون میں عصمت دری یا زنا قرار نہیں دیا جا سکتا)۔ لیکن بچوں کے ساتھ ہونے والی عصمت دری میں تو عدم رضا ثابت کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، کیوں کہ نابالغ کے ساتھ قائم کیا گیا ہر قسم کا جنسی رشتہ قانون کی رو سے ریپ اور عصمت دری قرار دیا جاتا ہے، پھر اس کے باوجود ان معاملوں میں ٹرائل میں اس قدر دیر کیوں لگتی ہے؟ ایک بار جب میڈیکل جانچ سے جنسی رشتہ قائم کرنا یا کسی قسم کا بھی جنسی تشدد ثابت ہوگیا تو صرف مجرم کی شناخت کا مرحلہ باقی رہ جاتا ہے۔ جنسی تشدد کے فارنسک جانچ پر تھوڑی سی توجہ دے دی جائے تو چائلڈ ریپ کے معاملات میں تیزی سے نتائج برآمد کیے جا سکتے ہیں۔

چنڈی گڑھ کی ایک دس سالہ لڑکی کے معاملہ میں جس کے ساتھ بدقسمتی سے اس کے اپنے سگے چچا نے عصمت دری کی تھی اور اس کے نتیجہ میں وہ حاملہ بھی ہوگئی اور اس نے ایک بچے کو بھی جنم دیا، میں نے اس معاملہ میں سپریم کورٹ میں عرضی داخل کی کہ یہ کئی ثبوتوں کی بنیاد پر بالکل صاف اور واضح عصمت دری کا معاملہ ہے، اس لیے اس پر فوری کارروائی ہونی چاہئے اور مجرم کو قرار واقعی سزا ملنی چاہئے۔ پولیس نے ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر اس رشتہ دار کو گرفتار کرلیا جو کہ لڑکی کا سگا چچا تھا۔ گرفتاری کے کچھ ہی دنوں کے بعد اس مجرم چچا کو سزا سنا دی گئی اور یہ پورا معاملہ فارنسک جانچ کے ثبوتوں کی بنیاد پر ہوا۔ اس طرح کے کیسوں میں متاثرہ بچی کو خود گواہی دینے یا اقرار کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ فارنسک جانچ، میڈیکل چیک اپ اور ڈی این اے ٹیسٹ ہی جنسی تعلق اور مجرم کی شناخت کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔ دونوں چیزیں یعنی عصمت دری کرنے والے مجرم اور جنسی تشدد کا ثبوت جب جانچ کے ذریعہ ہوگیا تو ثابت ہوگیا کہ بچی کے ساتھ ظلم ہوا ہے، لہٰذا مجرم کو سزا سنائی جائے گی۔ یہ طریقۂ کار اپنا کر نہ صرف مجرموں کو سزا دینے میں تیز رفتاری لائی جا سکتی ہے، بلکہ کراس ایگزامنیشن کے ذریعہ متاثرہ بچی کو بار بار ہونے والی ذلت اور رسوائی سے بھی بچایا جا سکتا ہے، اس لیے تمام کیسوں میں اسی طریقۂ کار کو اپنانا چاہئے۔

لیکن بدقسمتی سے صرف ہائی پروفائل معاملوں کو ہی اتنا وقت، توجہ اور وسائل دستیاب ہو پاتے ہیں، دسمبر ۲۰۱۲ء میں ایک بچی کے ساتھ بس میں اجتماعی آبروریزی کی گئی (جس کے نتیجہ میں متاثرہ بچی کی موت ہوگئی) اس معاملہ کی نہ صرف یہ کہ اچھی طرح جانچ ہوئی بلکہ بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ تمام مجرموں کو سزا بھی ہوگئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو میڈیا کی بہت زیادہ توجہ حاصل ہوگئی تھی۔ جب کسی خاتون یا بچی کے ساتھ ریپ کرنے کے بعد اس کا قتل کر دیا جائے تو یہ کیس اور بھی سنگین ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے کیسوں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر ریپ کے بعد متاثرہ خاتون مرگئی تو اس کیس پر توجہ دی جاتی ہے، لیکن اگر خاتون زندہ بچ گئی تو اس پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی صرف مذمت کر کے فرض پورا کرلیا جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات تو متاثرہ خاتون کو ہی لعنت ملامت اور طعن و تشنیع کا شکار بنا دیا جاتا ہے۔ اگر بچوں کے ساتھ ہونے والے ریپ کے ہر معاملہ میں اسی طرح کی توجہ دی جائے جیسی ۲۰۱۲ء میں ہونے والے اس کیس (نربھیا معاملہ) کو دی گئی تھی تو ہم دیکھیں گے کہ مجرموں کو سزا دینے میں قابل ذکر حد تک تیز رفتاری آئے گی۔

میں نے ایسے بھی کیس دیکھے ہیں جہاں حقیقی جنسی تعلق قائم کرنے (عصمت دری) کا الزام نہیں ہوتا وہاں بھی پولیس نے متاثرہ بچی کو وجینل انوسٹی گیشن (شرم گاہ کی جانچ) کے لیے بلالیا، جس میں ٹو فنگر ٹیسٹ لیا جاتا ہے (یعنی شرم گاہ میں دو انگلیاں داخل کر کے جانچ کی جاتی ہے)۔ جب جنسی تعلق قائم کرنے کا الزام نہیں تھا بلکہ صرف جنسی طور پر ہراساں کرنے کا الزام تھا تو پھر ٹو فنگر ٹیسٹ کیوں کرایا جاتا ہے؟ یہ تو مظلوم بچی کو دوبارہ ظلم میں مبتلا کرنا ہے، بلکہ یہ سراسر غیر قانونی بھی ہے، باجود اس کے کہ سپریم کورٹ نے للوعرف راجیش بنام اسٹیٹ آف ہریانہ کیس (۲۰۱۳ء) مقدمہ نمبر 14SCC643 میں فیصلہ سناتے ہوئے ٹو فنگر ٹیسٹ کو غیر قانونی قرار دیا ہے اس کے باوجود ٹو فنگر ٹیسٹ کا رواج بدستور جاری ہے۔

غیر معروف بچیاں اور بچے جن کو میڈیا کی توجہ اور کوریج نہیں مل پاتا وہ کرمنل جسٹس سسٹم سے انصاف حاصل کرنے میں عموماً ناکام ہو جاتے ہیں، درجات کی یہ تفریق ہمارے کرمنل جسٹس سسٹم کے لیے انتہائی شرم کی بات ہے، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہمارا عدالتی نظام کمزوروں اور معمولی لوگوں کو نظر انداز کر دیتا ہے، اب اس میں مزید فرقہ وارانہ اور ذات کی بنیاد پر ہونے والی تفریق بھی پیدا ہوگئی ہے۔ اکثر دیکھا جا رہا ہے کہ پسماندہ ذاتوں یا اقلیتی فرقوں کی بچیوں کے ساتھ ہونے والے ظلم اور تشدد کے واقعات میڈیا کو متوجہ نہیں کرتے ہیں (بلکہ کئی واقعات میں تو بہت ہی بے شرمی کے ساتھ میڈیا مجرموں کی پشت پناہی کرتا ہوا بھی نظر آیا)

بچوں کی حفاظت کے لیے کئی قانون بنے ہوئے ہیں، ابھی حال ہی میں کٹھوعہ اور اناؤ عصمت دری معاملہ کے بعد حکومت نے ایک آرڈیننس پاس کیا ہے کہ ۱۲/سال کی کم عمر سے بچی کے ساتھ ریپ کرنے والے کو موت کی سزا ملے گی۔

یو ایس میں کئی ایسے فیصلے ہوئے ہیں جہاں عصمت دری کے مجرم کو موت کی سزا دینے کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔ نیز مجرم کو سزا دینے والے کو مجرم کی ذہنیت کے اعتبار سے مناسب سزا کا انتخاب بھی کرنا چاہئے۔ ایک مجرم جو متاثرہ کو مارنا نہیں چاہتا وہ یہ سوچ کر ریپ کے بعد اس کا قتل کر سکتا ہے کہ ریپ اور قتل کے مقابلہ میں قتل کی سزا ریپ کی سزا سے زیادہ ہلکی ہے۔ میں نے خود کئی ایسے کیس ہینڈل کیے ہیں جہاں ریپ کے مجرم نے ریپ کرنے کا ارادہ کیا مگر بعد میں متاثرہ کو ثبوت مٹانے کی نیت سے مار دیا۔ اس لیے ایسے قانون بجائے بچوں کی حفاظت کرنے کے ان کو اور زیادہ نقصان پہونچائیں گے۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ میں بچوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے، ہم صرف بچوں کے ساتھ زبانی ہمدردی کرنا جانتے ہیں، بدقسمتی سے ہم سب ایک ایسے ملک میں رہ رہے ہیں جہاں بچوں پر سب سے زیادہ ظلم کیا جاتا ہے۔ آپ کو جا بجا سڑکوں پر بے شمار بچے اور بچیاں ایک وقت کی روٹی کے لیے بھیک مانگتے نظر آ جائیں گے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بچوں پر توجہ نہیں دی جاتی، بچوں پر ہونے والے اس ظلم سے ہمارے ضمیر کو دھکا نہیں لگتا ہے، لیکن جب کسی بچے کے ساتھ عصمت دری ہوتی ہے تو ہمارے ضمیر پر چوٹ لگتی ہے۔ حالانکہ دونوں جگہ بچوں پر ظلم ہو رہا ہے، لیکن اس ظلم سے ہم نے آنکھیں موند رکھی ہیں، بچوں پر ہونے والے ظلم اسی طرح برقرار رہیں گے جب تک کہ ہم ظلم کی بنیادوں کو ختم نہ کریں خواہ وہ کسی بھی قسم کا ظلم ہو اور تب تک ہم اپنے آپ کو مہذب سماج کہلانے کے حقدار نہیں ہو سکتے۔

آخر میں میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ صرف قانون سے بچوں کے ساتھ ہونے والی عصمت دری کو نہیں روکا جا سکتا ہے، رشتہ داروں کے ذریعہ اور خاندان کے اندر ہونے والی عصمت دری کے واقعات کی تو پولیس میں شکایت بھی نہیں درج کرائی جاتی، مردوں کے ذہن میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ان کو بچوں کے ساتھ ریپ کرنے کا حق حاصل ہے، اس ذہنیت کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ بچہ اور بچی بھی خود مختار ہے، اس کو بھی عزت اور تحفظ کے ساتھ جینے کا حق حاصل ہے، وہ اپنی کفالت کرنے والے گارجین کے ہاتھوں میں پڑا ہوا کوئی سامان نہیں ہے کہ اس پر ظلم کرنے، جنسی، جسمانی اور ذہنی تشدد کرنے یا ہراساں کرنے کا اختیار مل گیا ہو، جب تک بچوں کے تئیں ہم اپنے رویہ کو تبدیل نہیں کریں گے، چائلڈ ریپ یوں ہی جاری رہے گا۔

مودی جی! عوام کو اب سب کچھ سمجھ آ گیا ہے

سید خرم رضا

ضمنی انتخابات کے نتائج سے بی جے پی کو سمجھ لینا چاہئے کہ اقتدار گجرات کے جھوٹے ترقیاتی ماڈل کے ذریعہ حاصل تو کیا جا سکتا ہے لیکن جھوٹ کے سہارے زیادہ دن اقتدار میں برقرار نہیں رہا جا سکتا۔

سال ۲۰۱۴ء میں بی جے پی بدعنوانی کو ملک کا اتنا بڑا مسئلہ بنانے میں کامیاب ہوگئی تھی کہ اس مسئلہ نے یو پی اے کے تمام اچھے کاموں پر پانی پھیر دیا تھا اور عوام کو محسوس ہوا تھا کہ بس اب ہمارا ملک صرف بدعنوانی سے ہی پاک نہیں ہوگا بلکہ نریندر مودی کی قیادت میں دنیا کا سب سے طاقتور ترین ملک بن کر ابھرے گا۔ اس خواب کو بیچنے کے لئے ہر شہری کے کھاتے میں ۱۵/ لاکھ آنے کا وعدہ، ہر سال دو کروڑ نوجوانوں کو روزگار دینے کا وعدہ، کسانوں کو ان کی پیداوار کی ایسی قیمت دینے کا وعدہ کہ ان کی زندگی بدل جائے، خواتین کے لئے جرائم سے پاک محفوظ ماحول دینے کا وعدہ، فوجیوں کو ون مین ون رینک پنشن دینے کا وعدہ کیا گیا۔ یعنی سماج کے ہر طبقے کی تھالی میں وعدوں کو ایسے پروسا گیا کہ بیچاری عوام کو یہ خواب حقیقت لگنے لگے۔ عوام نے ان وعدوں پر مودی کی قیادت والی بی جے پی کو راجیو گاندھی کے بعد سب سے زیادہ سیٹیں دے کر ایوان میں مکمل اکثریت دی تاکہ کام نہ کرنے کے لئے اتحادی کے دباؤ والا بہانہ بھی نہ رہے۔ اس کے بعد عوام نے ریاستوں میں بھی اس پارٹی پر اعتماد کا اظہار کیا اور پھر تین سال تک ان وعدوں میں سے کچھ پورا کرنے کی مہلت بھی دی لیکن عوام کو حکومت کی جانب سے نوٹ بندی کی شکل میں ایک فیصلہ ملا جس نے ان کی جمع پونجی، ان کے کاروبار اور ان کے بجٹ کو تباہ کر دیا۔ ساتھ میں وہ اپنے ہی پیسوں کے لئے گھنٹوں بینکوں کے باہر لائنوں میں لگے۔ اس فیصلے کے بعد سے عوام کے کچھ طبقے نے حقیقت کو دیکھنا اور سمجھنا شروع کیا۔ پھر اس کے بعد سارے معاملے میں رائے دینی شروع کی۔ اس کے بعد ہلکے ہلکے حکومت سے سوال پوچھنے شروع کئے اور اب ان سوالوں کے بعد غصہ کا اظہار بھی کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے آنے والا وقت بی جے پی کے لئے مزید پریشانیاں پیدا کر سکتا ہے۔ اب عوام اور سیاسی پارٹیوں کو بھی سب کچھ سمجھ آنے لگا ہے اور دونوں نے اپنے بہتر مستقبل کے لئے اپنی حکمت عملی تیار کرنی شروع کر دی ہے۔

دراصل ۲۰۱۴ء کے نتائج سے اتنا بڑا دھماکہ ہوا تھا کہ سیاسی پارٹیاں اور عوام دونوں ہی اس دھماکہ کی آواز اور دھوئیں سے اتنی حواس باختہ ہوگئی تھیں کہ ان کے ذہن بالکل ماؤف ہو گئے تھے اور ان کو اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ خود ملک کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی کانگریس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آگے کا راستہ کیا ہوگا لیکن جیسے جیسے دھول اور دھواں بیٹھنے لگا اور تصویر صاف ہونے لگی ویسے ویسے تمام سیاسی پارٹیوں نے خود کو یکجا کیا اور لڑائی کے لئے میدان میں اترنا شروع کر دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے حزب اختلاف کا ایک ایسا محاذ تیار ہوا کہ بی جے پی جیت کر بھی ہارنے لگی۔ کرناٹک میں ہم نے دیکھا کہ حزب اختلاف نے بی جے پی کو اس کے ہی جال میں پھنسا کر اسے دھول چٹائی۔ عوام نے بھی اپنے آپ کو یکجا کیا اور کیرانہ سے پیغام دیا کہ اگر ہمیں تقسیم کر کے کوئی اقتدار حاصل کر سکتا ہے تو ہم اس کو اقتدار سے بے دخل کرنے کے لئے متحد بھی ہو سکتے ہیں اور کیرانہ میں عوام کے ہر طبقہ نے ایک مثالی اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ اس لئے بی جے پی کو سمجھ لینا چاہئے کہ اقتدار گجرات کے جھوٹے ترقیاتی ماڈل کے ذریعہ حاصل تو کیا جا سکتا ہے لیکن جھوٹ کے سہارے زیادہ دن اقتدار میں برقرار نہیں رہا جا سکتا۔ بی جے پی کو اب زمینی سچائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کو جواب دینا پڑے گا کہ اس نے کون سے اچھے دنوں کا وعدہ کیا تھا۔ کیا وہ اچھے دن عوام کے لئے تھے یا پھر چند کارپوریٹ گھرانوں کے دوستوں کے لئے تھے؟؟؟

سید محمد عادل فریدی

ہندوستان اور انڈونیشیا کے مابین انٹر فیتھ ڈائیلاگ شروع

ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی اور انڈونیشیا کے صدر جوکو ویڈوڈو نے ۳۱/مئی کو ہندوستان اور انڈونیشیا کے درمیان بین عقائد مکالمے (انٹر فیتھ ڈائیلاگ) کے آغاز کا فیصلہ کیا، جس کا مقصد مذہبی شناختوں کے تعلق سے بہتر مفاہمت پیدا کرنا اور سخت گیریت، دہشت گردی، تشدد اور انتہا پسندی کا قلع قمع کرنا ہے۔ دونوں رہنماؤں نے انڈونیشیا میں اسی سال اکتوبر میں بین عقائد مکالمے کی شروعات کا فیصلہ کیا۔ آئندہ سال ہندوستان میں بھی اسی نوعیت کی مجلس آراستہ کی جائے گی۔ (یو این آئی)

نکاراگوا میں پرتشدد مظاہرے میں ۱۵/افراد کی موت، ۲۰۰/سے زائد زخمی

وسطی امریکی ملک نکاراگوا میں صدر ڈینیل اریٹیگا کے خلاف گزشتہ ایک ماہ سے جاری احتجاجی مظاہرے کے دوران بدھ کے روز تشدد میں ۱۵/لوگوں کی موت ہوگئی اور ۲۰۰/سے زیادہ دیگر زخمی ہوگئے۔ وسطی امریکی ملک کے کیتھولک بشپ کی اپیسکوپل تنظیم نے اس تشدد کی مذمت کرتے ہوئے اسے ''منظّم جارحیت'' قرار دیا ہے۔ تنظیم نے حکومت کے ساتھ جمعرات کو طے شدہ مذاکرات کو ملتوی کر دیا ہے۔ پولس کے مطابق نکاراگوا میں بدھ کو ''یوم مادران'' کے موقع پر حکومت کی حمایت میں مسلح گروپوں نے ریلی نکالنے والے مظاہرین پر گولیاں چلائیں۔ یہ ریلی ایک ماہ سے جاری احتجاج میں مارے گئے بچوں کی یاد میں منعقد کی گئی تھی۔ یورپی پارلیمنٹ نے بدھ کو ہونے والے اس تشدد کی مذمت کرتے ہوئے صدر ارٹیگا سے ۲۰۲۱ء میں ہونے والے انتخابات کو جلد کرانے کی اپیل کی ہے۔ واضح رہے کہ ۷۲/سالہ مسٹر ارٹیگا ۲۰۱۶ء میں تیسری بار صدر منتخب ہوئے تھے۔ انتخابات کے نتائج کے مطابق انہیں ۷۰/فیصد ووٹ ملے تھے، جس پر مبصرین نے سوال کھڑے کیے تھے۔ (یو این آئی)

اسرائیل کا مقبوضہ مغربی کنارے میں مزید ۲۰۰۰/رہائشی یونٹ تعمیر کرنے کا فیصلہ

اسرائیل نے بدھ کے روز مقبوضہ مغربی کنارے میں یہودی آبادکاری کے حوالہ سے مزید ۱۹۵۸/رہائشی گھر تعمیر کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ نیوز ایجنسی اے ایف پی نے یہ بات مقبوضہ علاقوں میں اسرائیلی تعمیرات پر نظر رکھنے والی تنظیم پیس ناؤ کے حوالے سے بتائی ہے۔ گزشتہ ہفتے اسرائیلی وزیر دفاع نے کہا تھا کہ وہ مزید پچیس سو رہائشی گھر تعمیر کرنے کی منظوری کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (یو این آئی)

مقررہ مدت سے زائد قیام کرنے والے عمرہ زائرین کو سزا اور جرمانے کا فیصلہ

سعودی عرب میں عمرہ ویزا پر آنے والے زائرین کو اب مقررہ مدت سے زائد قیام کی صورت میں قید اور بھاری جرمانے کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ سعودی عرب کے جنرل ڈائریکٹوریٹ برائے پاسپورٹس نے اپنے بیان میں غیر ملکی عمرہ زائرین کو تلقین کی ہے کہ عمرے کے ویزے پر آنے والے افراد کو مکہ، جدہ اور مدینہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے اس لئے وہ ملک کے دیگر حصوں میں سفر سے گریز کریں، اس کے علاوہ غیر ملکی معتمرین طے شدہ سفری شیڈول کے مطابق ویزے کے خاتمے سے قبل اپنے اپنے ممالک کو لوٹ جائیں۔ سعودی حکام نے خبردار کیا ہے کہ عمرہ کے لئے دنیا بھر سے آنے والے زائرین کو ویزے کی میعاد سے زیادہ قیام کی صورت میں ڈی پورٹ ہونے سے قبل ۵۰/ہزار سعودی ریال جرمانہ اور چھ ماہ قید تک سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ سعودی ادارہ برائے شماریات کے مطابق ۲۰۱۷ء کے دوران دنیا کے دیگر ملکوں سے ۶۵/لاکھ ۳۲/ہزار ۴۷/افراد عمرہ کے لیے حجاز مقدس آئے تھے۔ (نیوز ایکسپریس)

ڈنمارک میں نقاب پر پابندی کا قانون منظور

ڈنمارک کی پارلیامنٹ نے نقاب اور برقعے پر پابندی کا قانون منظور کرلیا۔ حکومت کی جانب سے نقاب اور برقعے پر پابندی کا بل پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا جو منظور ہو گیا، پابندی کے حق میں ۷۵ جب کہ مخالفت میں ۳۰/ووٹ آئے جب کہ ۷۴/ممبران نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ برقعے اور نقاب پر پابندی کے بعد اب خواتین پورے چہرے کو چھپا نہیں سکیں گی، تاہم حکومت کا کہنا ہے کہ خواتین سر پر اسکارف اوڑھ سکتی ہیں کیونکہ یہ بعض مذاہب کی روایت ہے، حکومت کا کہنا ہے کہ مذکورہ پابندی کا مقصد کسی مذہب کو نشانہ بنانا ہرگز نہیں ہے۔ ڈنمارک میں نقاب پر پابندی کا اطلاق یکم اگست سے ہوگا اور خلاف ورزی پر بھاری جرمانہ بھی ادا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس سے قبل آسٹریا، فرانس اور بیلجیم میں اسی طرح کا قانون منظور ہو چکا ہے اور اب ڈنمارک بھی ان یورپی ممالک کی صف میں شامل ہو گیا ہے جہاں خواتین کے حجاب پر پابندی ہے۔ (نیوز ایکسپریس)

برطانیہ میں انتہا پسندی اور نسلی امتیاز، انکوائری کا مطالبہ

برطانیہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم مسلم کونسل آف برٹن کے سیکرٹری جنرل ہارون خان نے حکمران کنزرویٹو پارٹی میں سرایت کر جانے والے مذہبی انتہا پسند اور نسلی تعصب رکھنے والے عناصر کے خلاف آزادانہ انکوائری کا مطالبہ کیا ہے۔ خان نے یہ مطالبہ برطانوی وزیر اعظم ٹریزا مے کے نام ایک خط میں کیا ہے۔ انہوں نے اپنے خط میں کنزرویٹو پارٹی سے تعلق رکھنے والے انتخابی امیدواروں کے بیانات اور ٹوئٹس کی بنیاد پر یہ مطالبہ کیا ہے۔ خط کے مطابق ان اراکین کی جانب سے نسلی تعصب اور مذہبی انتہا پسندی سے عبارت سخت بیانات مقامی انتخابات کے دوران دیے گئے اور اب بھی یہ معمول ہیں۔ ہارون خان نے آزادانہ انکوائری کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا تعین ضروری ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں اس عزم پر قائم رہیں کہ نسلی تعصب اور ہر قسم کی مذہبی انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مسلم کونسل نے ایسے افراد کے خلاف ماضی میں روا رکھی گئی سرگرمیوں کے حوالے سے کوئی تادیبی اقدام نہ کرنے کی مذمت کی ہے۔ (ڈوئچے ویلے)

بے روزگار نوجوان امیدواروں کے لیے روزگار کا سنہرا موقع

انڈین ریلوے کی وزارت نے سب انسپکٹر عہدہ پر کل ۱۱۲۰/ویکنسی نکالی ہے۔ ان عہدوں پر مختلف زون کے ریلوے سیکورٹی فورس (آر پی ایف) اور ریلوے سیکورٹی اسپیشل فورس (آر پی ایس ایف) مذکورہ عہدوں کے لیے مرد و خواتین دونوں امیدواروں سے درخواست طلب کیے گئے ہیں۔ مرد زمرہ کے لیے ۸۱۹/جب کہ عورت زمرہ کے لیے ۳۰۱/عہدے خالی ہیں۔ خواہش مند اور اہل امیدوار ۳۰/جون ۲۰۱۸ء تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ اطلاع اردو ڈائرکٹوریٹ کے ڈائرکٹر امتیاز احمد کریمی نے دی ہے۔ انہوں نے مزید اطلاع دیتے ہوئے کہا کہ کانسٹبل عہدے کے لیے بھی ۸۶۱۹/تقرریاں نکالی گئی ہیں۔ ان عہدوں پر مردوں کے زمرے میں ۴۴۰۳/جب کہ عورتوں کے زمرہ میں ۴۲۱۶/عہدے خالی ہیں، خواہش مند اور لائق امیدوار ۳۰/جون ۲۰۱۸ء تک آن لائن درخواست کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہار میں ہائی اسکولوں میں گیسٹ ٹیچر کے ۴۲۵۷/عہدوں کے لیے درخواست طلب کیے گئے ہیں، اس کے لیے الگ الگ ضلعوں میں خالی عہدوں کی بنیاد پر درخواست فارم جمع کرنا ہے، درخواست فارم جمع کرنے کی آخری تاریخ ۴/جون ۲۰۱۸ء ہے، درخواست ضلع ایجوکیشن افسر کے دفتر یا متعلقہ پتہ پر اسپیڈ پوسٹ/رجسٹرڈ ڈاک یا ہاتھوں ہاتھ جمع کرنا ہے، یہ بحالیاں غیر مستقل ہوں گی اور اس کے لیے طے شدہ رقم تنخواہ کی شکل میں ملے گی، تقرری میں خواتین کو ۳۵/فیصد ریزرویشن ملے گا۔ اہلیت کے لیے منظور شدہ یونیورسٹی/ادارہ سے کم از کم متعلقہ مضمون میں ۵۰/فیصد نمبرات کے ساتھ گریجوئیشن کے ساتھ بی ایڈ ہونا چاہئے۔ بی ٹیک اور ایم ٹیک کی صلاحیت رکھنے والے امیدوار بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ اساتذہ کو ۱۰۰۰/روپیہ یومیہ کی شرح سے زیادہ سے زیادہ ۲۵۰۰۰/ہزار روپئے ماہانہ ملیں گے۔ کم سے کم عمر کی حد ۲۱/سال اور زیادہ سے زیادہ ۶۵/سال ہے۔ (ایجنسی)

معیاری تعلیم کے لیے خصوصی توجہ دینے کی ضرورت: ناظم امارت شرعیہ

''معیاری تعلیم کے معاملہ پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیوں کہ جب تک ہم اس معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کریں گے، ریاست کو خوشحال نہیں بنایا جا سکتا، تعلیمی شعبے میں تبدیلیوں کے پیش نظر کروڑوں روپئے منظور کیے جاتے ہیں، لیکن آج بھی سرکاری تعلیمی اداروں میں معیاری تعلیم کا فقدان ہے۔'' یہ باتیں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم تعلیمی اداروں میں معیاری تعلیم کے معاملے میں کوئی گائڈ لائن جاری نہیں کریں گے اور اس کی مانیٹرنگ نہیں کی جائے گی بہتر نتائج برآمد نہیں ہوں گے، کیوں کہ آج بھی دیہی علاقوں کے سرکاری تعلیمی اداروں میں کئی طرح کی بدنظمی دیکھی گئی ہے۔ جب ہم تعلیم پر کروڑوں روپئے خرچ کر رہے ہیں تو پھر اس طرح کی بدنظمی کیوں ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کی سطح سے تعلیم کے معاملہ میں بہتر رول ادا کیا جا رہا ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں خدمات انجام دینے والے اساتذہ کو پابند وقت بنایا جائے، اور انہیں اہم ذمہ داریاں سونپی جائیں کیوں کہ جب تک ہم اساتذہ کے کاندھوں پر اہم ذمہ داریاں نہیں ڈالیں گے وہ اپنے فرض کو ایمانداری سے پورا نہیں کر سکتے، آخر کیا وجہ ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں معیاری تعلیم کی وجہ سے طلبہ و طالبات بہتر نتائج دینے میں کامیاب ہوتے رہے ہیں، جب کہ سرکاری تعلیمی اداروں میں اس کا تناسب بہت کم ہے۔ ایسی صورت میں ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم سرکاری تعلیمی اداروں کو بھی پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی طرح بنائیں اور اساتذہ کو بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے جواب دہ بنائیں۔ تو یہ بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سرکاری تعلیمی ادارے بہترین کارکردگی کے ذریعہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو بہت پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے مزید کہ ریاست کے پرائیویٹ تعلیمی اداروں نے کئی معاملوں میں تاریخی کامیابی حاصل کی ہے، ایک طرف یہ ادارے معیاری تعلیم کے ذریعہ بچوں کی ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کے بعد ان کے مقدر کو سنوارنے میں کامیاب ہو رہے ہیں، کیوں کہ انہیں معلوم ہے کہ یہی بچے آگے چل کر ملک کے مستقبل کو شاندار بنا سکتے ہیں۔ ناظم صاحب نے اس شعبے میں خدمت انجام دینے والے سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں کو مبارکباد پیش کی۔ (راشٹریہ سہارا اردو)

ضمنی انتخابات: ۱۵/میں سے صرف ۲/سیٹوں پر جیت پائی بی جے پی

چار لوک سبھا اور مختلف ریاستوں کے گیارہ اسمبلی سیٹوں پر حال ہی میں ہوئے ضمنی انتخابات میں بی جے پی کی قیادت والی الائنس نے ۱۵/میں سے صرف ۲/سیٹوں پر جیت حاصل کی ہے، جبکہ اپوزیشن کی پارٹیوں نے دیگر ۱۳/سیٹوں پر قبضہ کرلیا۔ بی جے پی صرف ایک لوک سبھا سیٹ (پال گھر) اور ایک اسمبلی سیٹ (تھرالی) پر کامیابی حاصل کر سکی ہے۔ وہیں کانگریس نے ۴/اسمبلی سیٹوں امپتی گیری (میگھالیہ)، پالس کاڑے گاگاؤں (مہاراشٹر)، شاہ کوٹ (پنجاب) اور آر آر نگر (کرناٹک) میں جیت حاصل کی ہے۔ خبروں کے مطابق اتر پردیش کے کیرانہ لوک سبھا سیٹ پر راشٹریہ لوک دل (آر ایل ڈی) کی تبسم حسن نے بی جے پی کے امیدوار کو شکست دی ہے، غور طلب ہے کہ تبسم حسن کی کامیابی کے ساتھ ۱۶ویں لوک سبھا میں وہ اتر پردیش کی پہلی مسلم ایم پی بن گئیں ہیں۔ وہیں اتر پردیش کے نورپور اسمبلی سیٹ پر سماجوادی پارٹی کے نعیم الحسن نے بی جے پی کے اونیش سنگھ کو شکست دی ہے۔ جھارکھنڈ کے ۲/اسمبلی سیٹوں گومیا اور سلی پر ہوئے ضمنی انتخابات میں علاقائی پارٹی جھارکھنڈ مکتی مورچہ (جے ایم ایم) نے جیت حاصل کی ہے۔ بہار کے جوکی ہاٹ اسمبلی سیٹ پر آر جے ڈی کے شہنواز عالم نے جنتا دل یونائیٹیڈ (جے ڈی یو) کے محمد مرشد عالم کو شکست دی ہے۔ کرناٹک کے آر آر نگر میں ہونے والے اسمبلی انتخاب میں کانگریس پارٹی کے منی رتھانے بی جے پی کو شکست دی ہے۔ مغربی بنگال کے مہیش تھلا اسمبلی سیٹ پر ترنمول کانگریس (ٹی ایم سی) کے دلل چندرا داس نے جیت حاصل کی۔ مہاراشٹر کے بھنڈارہ گونڈیا لوک سبھا سیٹ پر نیشنلسٹ کانگریس پارٹی (این سی پی) کے امیدوار نے بی جے پی کو ہرا دیا ہے۔ وہیں ریاست کے پالس کاڑے گاؤں اسمبلی سیٹ پر کانگریس پارٹی کو کامیابی ملی ہے۔ میگھالیہ کے امپتی گیری میں کانگریس نے جیت درج کی اتراکھنڈ میں بی جے پی کو کامیابی ملی ہے۔ پنجاب کے شاہ کوٹ میں کانگریس کے امیدوار نے شرومنی اکالی دل (ایس اے ڈی) کے امیدوار کو شکست دی۔ ناگالینڈ میں این ڈی پی پی کا امیدوار کامیاب ہوا جب کہ کیرالہ کے چینگنور میں سی پی ایم کی جیت ہوئی۔ (دی وائر)

طب وصحت

رمضان میں صحت مند رہنے کے لیے ضروری ہدایات

رمضان المبارک بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے، جہاں کچھ لوگ اس ماہ سے بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں، وہیں بہت سے افراد ایسے بھی ہیں جو غلط عادات کے باعث اپنی صحت مزید خراب کر لیتے ہیں۔

رمضان میں کھانے پینے کی غلط عادات میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، جس کا بدن پر منفی اثر نظر آنے لگتا ہے لیکن ابھی بھی دیر نہیں ہوئی، اس ایک ہفتے میں اپنی غلطیوں کا اندازہ ہوجائے تو انھیں دہرانے سے بچا جاسکتا ہے۔ یہاں آپ کو چند ایسی وجوہات بتائی جارہی ہیں جو صحت کے لیے نقصاندہ ہیں:

☆سحری نہ کرنا:

سحری کے وقت نیند سے اٹھنا کافی مشکل ہے، لیکن سب ہی جانتے ہیں کہ رمضان میں ہمارا فوڈ سائیکل کس طرح کام کرتا ہے، جب آپ سحری چھوڑتے ہیں تو چوبیس گھنٹوں میں ایک ہی مرتبہ صحیح انداز سے کھانا کھاتے ہیں اور یہ ٹھیک نہیں کیوں کہ جب آپ اپنے جسم کو کھانا نہیں دیں گے تو آپ کی جلد مرجھا جائے گی، اس لیے سحری ضرور کریں۔

☆افطار میں کولڈ ڈرنکس پینا:

پورے دن کے روزے کے بعد افطار پہلا کھانا ہوتا ہے اور اس دوران کولڈ ڈرنکس پینے سے چہرے پر جھریاں پڑ سکتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ افطار میں سادہ پانی یا لیموں پانی کا استعمال بہترین ہے۔

☆افطار کے فوراً بعد ورزش کرنا:

اگر ورزش کرنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے تو یہ جان لیں کہ اسے افطار کے فوراً بعد کرنا آپ کی صحت کے لیے بالکل ٹھیک نہیں، رمضان میں ہمارے جسم کا نظام تبدیل ہوجاتا ہے اور افطار کے فوراً بعد ورزش کرنے سے ہڈیوں میں تکلیف بھی ہوسکتی ہے، بہتر ہے کہ ورزش سحری سے قبل کیا کریں۔

☆رمضان میں نمک کا زیادہ استعمال

رمضان میں کھائے جانے والے پکوان میں نمک کا بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے، پھر چاہے چھولے ہوں، یا نمکین لسی، لیکن اس سے جسم میں پانی کی کمی بھی ہوسکتی ہے اور پانی کی کمی کے باعث جلد خشک ہونے لگتی ہے۔ اس کے لیے کیلوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں تاکہ جسم میں سوڈیم سے زیادہ پوٹاشیئم بڑھے۔

☆افطار اور سحری کے فوراً بعد سونا:

صرف رمضان میں ہی نہیں بلکہ کسی بھی وقت کچھ کھانے کے فوراً بعد سونا صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ رمضان میں یہ عادت اس لیے زیادہ نقصاندہ ثابت ہوسکتی ہے کیوں کہ ہمارے جسم کو کھانا بہت دیر بعد ملتا ہے۔ اس عادت سے وزن میں اضافہ اور دل کی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے افطار اور سحری کے فوراً بعد سونے سے بچیں۔

رمضان المبارک میں زیادہ کھانے سے بچیے

رمضان المبارک کے آغاز کے بعد اکثر افراد معمول سے زیادہ غذا استعمال کرنے لگتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو اتنے طویل روزے کے بعد بھوک اور پیاس سے بے تاب لوگوں کا دل کچھ زیادہ ہی کھانے کو کرنے لگتا ہے۔ سارا دن بھوکا رہنے کے بعد میز پر منہ میں پانی بھر دینے والے کھانے ہاتھ روکنا ناممکن بنا دیتے ہیں مگر کیا پیٹ بھرنے کے بعد آپ کو شرمندگی کا احساس ہوتا ہے؟ ایک منٹ کے لیے بہت زیادہ کھانے کے نتائج کے بارے میں سوچیں؛ جیسے کھانے کا ہضم نہ ہونا، معدے میں گڑبڑ اور جلن کا احساس، پیٹ میں گیس اور توانائی کی کم مقدار وغیرہ۔ تو ان سب کے بعد بھی زیادہ بہتر سوچ کون سی لگتی ہے؟ زیادہ کھانا یا معتدل مقدار میں غذا کا استعمال؟ اس رمضان میں اگر آپ کے لیے بھی کھانے کی میز پر ہاتھ روکنا مشکل ثابت ہو رہا ہے تو اس پر قابو پانے کے لیے یہ چند طریقہ کار آزما کر دیکھیں جو معتدل افطاری سے آپ کو بھرپور انداز سے لطف اندوز ہونے کا موقع بھی فراہم کریں گے۔

پانی کا زیادہ استعمال:

اگر تو آپ واقعی حد سے زیادہ کھانے سے بچنا چاہتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ مقدار میں پانی کے استعمال کو عادت بنا لیں۔

کسی چھوٹی چیز سے کھانے کا آغاز:

افطار کا آغاز کسی چھوٹی چیز جیسے کھجور سے کریں اور پھر دیگر چیزوں کی جانب ہاتھ بڑھانے سے قبل کچھ وقفہ کریں۔ کھجور آپ کی بھوک کے احساس کو کم کر دیتی ہے۔

افطار سے پہلے کھانے کے ارگرد نہ رہیں:

دسترخوان پر کافی مقدار میں مزیدار کھانا موجود ہو اور ان کی مہک قوت ارادی کو صفر پر لے جارہی ہو تو وہاں سے ہٹ جائیں۔ کھانے سے قربت اکثر آپ کے کم کھانے کے فیصلے کی دھجیاں اڑانے میں اہم کردار ثابت ہوتی ہے۔

متوازن سحری:

سحری میں متوازن غذا کا استعمال افطار کے موقع پر بہت زیادہ کھانے سے روکتا ہے۔ متوازن سحری آپ کے جسمانی ضروریات کے درکار توانائی کو بھی برقرار رکھتی ہے اور بھوک کے احساس کو بھی کم کرتی ہے یہاں تک کہ افطار کے موقع پر بھی۔ فائبر، پروٹین، کرب اور صحت کے لیے فائدہ مند چربی سے بھرپور سحری آپ کے میٹابولزم یا نظام ہاضمہ کو بھی بہتر بناتی ہے۔

آہستگی سے کھانا:

طویل روزے کے بعد افطار کے وقت آپ کچھ زیادہ تیزی سے ہی خوراک کو کھانے لگتے ہیں تاہم ہر نوالے کو آہستگی سے پوری طرح چبا کر کھانے سے آپ اس طویل فاقے کے احساس کے بعد ملنے والی راحت سے زیادہ بہتر طریقے سے لطف اندوز ہوسکیں گے۔

بیٹھ کر کھائیں:

کھڑے ہو کر کچھ نہ کھائیں بلکہ جب بھی غذا سامنے ہو تو اسے بیٹھ کر کھائیں۔ اس سے آپ اس کے ذائقے سے زیادہ لطف اندوز ہوسکیں گے اور پیٹ بھرنے کا احساس بھی جلد ہونے لگے گا۔

ورزش اور مناسب نیند:

رمضان میں صحت مند رہنے کے لیے مناسب نیند لیں اور ورزش پابندی سے کریں۔

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ سید محمد عادل فریدی

رویت ہلال کے نظام کو زیادہ فعال، مربوط و مستحکم بنانا ضروری: ناظم امارت شرعیہ

حج بھون پٹنہ میں مختلف رویت ہلال کمیٹیوں کے نمائندوں کی نشست میں علماء کرام کا اظہار خیال

رویت ہلال کے نظام کو مزید مربوط اور مضبوط کرنے کے لیے شہر پٹنہ کے مختلف رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں اور نمائندوں کی ایک خصوصی میٹنگ مورخہ ۲۹/مئی ۲۰۱۸ء کو حج بھون پٹنہ میں منعقد ہوئی، جس میں طے کیا گیا کہ پورے ملک کے رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں سے رابطہ میں رہا جائے، اور اپنی سطح سے بھی مقامی لوگوں کو چاند دیکھنے کے مستعد کیا جائے، ضلعی رویت ہلال کمیٹیوں کو بھی متحرک بنایا جائے۔ کمیٹی نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ مختلف رویت ہلال کمیٹی کے درمیان رویت اور عدم رویت کے اعلان میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش مضبوطی سے کی جائے۔ اس میٹنگ میں جماعت اسلامی، جمعیۃ علماء، خانقاہ مجیبیہ، شعیہ رویت ہلال کمیٹی، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ اور امارت شرعیہ کے ذمہ داروں نے شرکت کی۔ ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنے کلیدی خطاب میں کہا کہ چاند دیکھنا ہمارا دینی فریضہ ہے کیونکہ اس پر ہماری بہت ساری عبادتوں کی بنیاد ہے، عام طور پر لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، اور جو لوگ چاند دیکھتے ہیں وہ بروقت شہادت نہیں دیتے ہیں جس کی وجہ سے رویت کے اعلان میں تاخیر ہوتی ہے۔ اس طرح کے حالات سے ممکنہ حد تک بچنے کے لئے، رویت ہلال کے نظام کو زیادہ فعال، مربوط و مستحکم بنانے اور بروقت فیصلہ ونفاذ کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے آج کی یہ نشست بلائی گئی ہے، امید ہے کہ ہم کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہونچیں گے۔

مولانا ابوالکلام شمسی صاحب سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ نے تجویز رکھی کہ اگر مسلم پرسنل لا بورڈ اور امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم پر ملکی سطح پر مرکزی رویت ہلال کمیٹی تشکیل پاتی ہے تو اس سے اختلافات کو کم سے کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ مولانا رضوان احمد اصلاحی صاحب امیر حلقہ بہار جماعت اسلامی نے کہا کہ رویت کے مسئلہ پر کم سے کم ایک شہر میں تو اتفاق ہونا چاہئے، اس کے طریقوں پر بھی غور ہونا چاہئے۔ مولانا امانت حسین صاحب جنرل سکریٹری شیعہ رویت ہلال کمیٹی نے کہا کہ مسئلہ کے حل کے لیے اجتماعی کوشش کی جائے۔ جناب حسن احمد قادری ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء بہار نے کہا کہ ہر ماہ چاند کی میٹنگ تمام رویت ہلال کمیٹیوں کے ذمہ داروں کی ہونی چاہئے اور اسی طرح مرکزی رویت ہلال کمیٹی دہلی کے فیصلہ کو بھی بروقت حاصل کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ مولانا مشہود احمد ندوی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ نے بھی رویت ہلال کے نظام کو مستحکم کرنے کے لیے کئی تجویزیں پیش کیں، یہ بھی طے ہوا کہ آج کی نشست میں جن اداروں اور تنظیموں کے نمائندے کسی مصروفیت کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے اگلی نشست انہیں کے مشورے سے جلد رکھی جائے۔ اس میٹنگ میں قاضی شریعت امارت شرعیہ مولانا عبدالجلیل قاسمی، نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، جناب الحاج الیاس حسین عرف سونو بابو چیرمین بہار ریاستی حج کمیٹی، جناب مولانا بدر احمد مجیبی صدر مدرس المعہد العالی امارت شرعیہ، جناب سید اسد رضا صدر شیعہ رویت ہلال کمیٹی بہار، مولانا احسان الحق قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون، مولانا مفتی شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی امارت شرعیہ، مولانا رضوان احمد ندوی نائب مدیر ہفتہ وار نقیب، مولانا حسین احمد قاسمی کارکن دارالقضاء امارت شرعیہ، مولانا سہیل سجاد قاسمی شعبۂ دعوۃ امارت شرعیہ بھی شریک رہے، نشست کا آغاز مولانا شمیم اکرم قاسمی کی تلاوت کلام اللہ سے ہوا اور اخیر میں مولانا عبدالجلیل قاسمی قاضی شریعت کی دعا پر نشست اختتام پذیر ہوئی۔

رمضان المبارک کے موقع پر ناظم امارت شرعیہ کی اپیل

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے رمضان المبارک کے موقع پر اپنے ایک اخباری بیان کے ذریعہ اصحاب خیر سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کی دینی وملی اور رفاہی خدمات سے ملک کے مسلمان اچھی طرح واقف ہیں۔ یہ ادارہ تقریباً ۹۸ رسالوں سے ملت کی ہمہ جہت خدمات اور رہنمائی کا کام انجام دے رہا ہے، تنظیم واتحاد، دعوت وتبلیغ، افتاء وقضاء، معاشرہ کی اصلاح، مسلم پرسنل لاء کا تحفظ، فرقہ پرستی کے خلاف جدوجہد، فسادات وقدرتی حادثات کے موقع پر امداد رسانی وباز آبادکاری، ماہانہ اور وقتی امداد سے ضرورت مندوں کی حاجت روائی، غریب ویتیم لڑکیوں کی شادی میں امداد، بیوگان وطلبۂ مدارس کو وظائف، بنیادی دینی تعلیم کے لئے مکاتب کا قیام جیسے کاموں کا ایک پھیلا ہوا سلسلہ ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ چھ کروڑ دس لاکھ چھیاسی ہزار روپے ہے جبکہ فسادات وقدرتی حادثات کے موقع پر متاثرین کی امداد باز آبادکاری، تعمیرات، المعہد العالی، دارالعلوم الاسلامیہ، اسپتال وٹیکنیکل ودیگر اداروں کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی نصرت او مخلصین ومعاونین کے تعاون سے کئے جاتے ہیں۔

اس لیے تمام اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں زکوٰۃ، صدقہ، عشرہ وعطیات سے امارت شرعیہ کی مدد کریں۔ رمضان المبارک کے موقع پر امارت شرعیہ کے کارکنان اور سفراء مالی فراہمی کے لیے ملک کے مختلف حصوں کا سفر کرتے ہیں، انہیں رقم دے کر رسید حاصل کر سکتے ہیں اور اگر آپ تک امارت شرعیہ کا کوئی نمائندہ نہ پہونچ سکے تو رقم جمع کر کے بیت المال میں بھیج دیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام معاونین و مخلصین کے روزوں کو قبول کرے اور اس رمضان کو خیر وبرکت اور مغفرت ونجات کا ذریعہ بنائے، اور پوری دنیا میں مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، آمین!

چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھا جائے:

IMARAT SHARIAH PATNA

مندرجہ ذیل اکاؤنٹ پر براہ راست ٹرانسفر بھی کر سکتے ہیں:

A/C No: 10331726226, A/C Name: IMARAT SHARIAH

Bank: SBI, Branch: J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

بقیات

بقیہ رویت ہلال کا ثبوت ؛ طریقۂ کار و دلائل .... اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو شوال و رمضان دونوں کے چاند میں خبر مطلوب ہے، مگر ضروری ہے کہ وہ خبر مستفیض ہو، اسی طرح مطلع ابر آلود ہو اور رمضان المبارک کے چاند کا مسئلہ ہو تو اس صورت میں بھی خبر کافی ہے، لیکن اگر مطلع ابر آلود ہو اور عید الفطر یا بقرعید کے چاند کا مسئلہ ہو تو اس صورت میں گواہی مطلوب ہے۔

لہٰذا جن صورتوں میں خبر کافی ہے، خواہ وہ خبر مستفیض ہو یا خبر محض تو ان صورتوں میں جدید ذرائع ابلاغ و ترسیل کی خبر معتبر ہوگی، اور جن صورتوں میں شہادت ضروری ہے، ان میں وہاٹس ایپ، فون وغیرہ کی خبر معتبر نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہے چاند دیکھنے کی شہادت دینا، اور ایک ہے کہ اگر کسی علاقہ کی معتبر مقامی کمیٹی برائے رویت ہلال نے اپنے یہاں کی شہادت یا خبر کی بنیاد پر رویت کا فیصلہ کر دیا ہے، اس فیصلہ کی خبر دینا؛ دونوں کا حکم الگ الگ ہے، چنانچہ چاند دیکھنے کی شہادت فون، وہاٹس ایپ یا سوشل میڈیا کے دیگر ذرائع سے مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ قبول نہیں کرتا، کیوں کہ شہادت کے لیے عند القاضی یا قائم مقام قاضی کے پاس حاضری ضروری ہے، اور اگر کیرالہ کو چھوڑ کر ہندوستان کے کسی بھی خطہ کی معتبر مقامی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ بابت رویت ہلال کی خبر فون یا وہاٹس ایپ کے ذریعہ مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ کو موصول ہوتی ہے، تو اس خبر کی تصدیق و تحقیق کرنے کے بعد قاضی شریعت جب اس فیصلہ کو اصول کے مطابق سمجھتے ہیں، تو پھر رویت ہلال کا اعلان فرما دیتے ہیں، کیوں کہ فیصلہ کی خبر فون وغیرہ کے ذریعہ جبکہ اس کے صدق کا گمان ہو تو اس کا قبول کیا جانا اصول کے مطابق ہے۔ (نوٹ: اس مضمون کے لیے کتاب ''جدید فقہی مسائل'' اور ''رمضان کے شرعی احکام'' سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے۔)

بقیہ زکوٰۃ کے مصارف اور موجودہ حالات .... مختلف ایسی تدبیریں مقرر کیں کہ غلاموں اور باندیوں کی آزادی کا راستہ فراہم ہو جائے، جن غلاموں کو آزادی حاصل کرنے میں پیسوں کی ضرورت تھی، ان کی مدد کرنے کی تلقین فرمائی، جنگوں میں جو لوگ قید ہو کر آتے تھے، عام طور پر انھیں غلام بنا لیا جاتا تھا، آپ نے ان کو کبھی یوں ہی رہا کر دیا، کبھی فدیہ لے کر رہا کیا، کچھ لوگوں کو جنگی قیدیوں کے تبادلہ میں رہا فرمایا اور بہت کم قیدی تھے جن کو غلام اور باندی بنایا گیا؛ کیوں کہ ان کو آزاد کر دینا مصلحت کے خلاف تھا؛ بہر حال ان بالواسطہ تدابیر کا اثر یہ ہوا کہ غلامی کا جو رواج نامعلوم تاریخ سے موجود تھا، وہ دنیا سے ختم ہو گیا؛ البتہ اب بھی مغرب نے غلام بنانے کا نظام باقی رکھا ہے، پہلے افراد کو غلام بنایا جاتا تھا اور اب وہ پوری پوری قوم کو غلام بناتے ہیں۔

ہمارے موجودہ معاشرہ میں غلامی سے ملتی جلتی بلکہ اس سے بھی بدترین بعض شکلیں پائی جاتی ہیں، اور وہ ہیں جیل کی کوٹھریوں میں بند لوگ، ان میں بہت سے وہ مسلمان نوجوان ہیں جن کو بالکل جھوٹے مقدمات میں پھنسایا گیا ہے، ان کے پسماندگان کا تکفل اور مقدمات کی چارہ جوئی میں ان کا تعاون مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے، اسی طرح بہت سے مسلمان جرمانے کی معمولی مقدار پانچ دس ہزار ادا نہ کرنے کی وجہ سے جیل کی سلاخوں میں پڑے ہوئے ہیں، ان غریب محتاج مسلمان قیدیوں کی زکوٰۃ سے مدد کرنی چاہئے؛ کیوں کہ وہ بھی ''رقاب'' کے درجہ میں ہیں؛ بلکہ جو لوگ جیل میں وقت گذار کر اور باعزت طور پر رہا ہو کر باہر آتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ بہت سے غیر مسلم بھائی بھی جرمانہ کی تھوڑی سی رقم نہ ادا کرنے کی وجہ سے جیل میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ عمومی طور پر دلت ہیں؛ کیوں کہ مسلمانوں کے بعد سب سے مظلوم طبقہ ان ہی لوگوں کا ہے، زکوٰۃ کی رقم تو مسلمانوں پر ہی خرچ کی جاسکتی ہے؛ لیکن عطیات کی رقم کے ذریعہ ہمیں اُن پریشان حال بھائیوں کی طرف بھی مدد کا ہاتھ بڑھانا چاہئے اور اسلام نے انسانی بنیاد پر حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے، اس کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے، خلیجی ملکوں میں بھی بہت سے مسلم نوجوان جیلوں میں سڑ رہے ہیں، ان میں اکثر و بیشتر ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی میں یا اکسیڈنٹ کی بنیاد پر ہلاکت کی وجہ سے گرفتار ہوئے، جو مسلمان خلیجی ممالک میں کام کر رہے ہوں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی خبر گیری کریں اور ان کے مسائل حل کرنے میں فراخ دلی سے کام لیں۔ البتہ قیدی ہندوستان میں ہوں یا بیرونِ ملک میں، جو لوگ واقعی سنگین جرائم کے مرتکب ہیں اور قتل، آبرو ریزی، رہزنی اور ناجائز قبضہ وغیرہ کی وجہ سے گرفتار کئے گئے ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی مظلوموں کے ساتھ ناانصافی ہے، ان کے قرار واقعی سزا پانے میں ہی سماج کی بھلائی ہے، اس لئے ان کی رہائی کی کوشش اور اس کے لئے مدد مناسب نہیں؛ ہاں، ان کے مجبور و مفلس پسماندگان کی ضروریات پوری کرنے میں مدد کی جاسکتی ہے۔

زکوٰۃ کا چھٹا مصرف ''غارمین'' ہیں، غارمین سے مراد وہ مقروض ہیں، جن کے اندر قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہو، اور قرض دینے والے قرض معاف کرنے کو تیار نہ ہوں، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب کے پھلوں کی فصل متاثر ہوگئی اور قرض بہت زیادہ ہو گیا، آپ نے صحابہ سے فرمایا: انھیں صدقہ دو؛ چنانچہ صحابہ نے انھیں صدقہ دیا: ''**فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم تصدقوا عليه فتصدق الناس عليه**'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۴۴۶) البتہ اس سلسلہ میں دو باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں، ایک یہ کہ مقروض اس وقت زکوٰۃ کا مستحق ہے کہ اگر اس کی املاک سے اس کا سارا قرض ادا کر دیا جائے تو وہ نصاب کے بقدر مال کا مالک باقی نہ رہے، ایسے شخص کے لئے یہ حکم ہے کہ پہلے تو وہ بنیادی ضرورت کے علاوہ املاک فروخت کر کے قرض ادا کرنے کی کوشش کرے؛ لیکن اگر وہ کافی نہ ہو سکے اور بقیہ قرض کو قرض دینے والے معاف کرنے کو تیار نہ ہوں تو ان قرضوں کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم سے ان کا تعاون کیا جاسکتا ہے، دوسری بات وہ ہے جو مشہور مفسر علامہ قرطبی نے لکھی ہے کہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس نے جائز کاموں کے لئے قرض لیا ہو، اگر ناجائز کام کے لئے قرض لیا ہو تو اس کی مدد نہیں کرنی چاہئے، سوائے اس کے کہ وہ توبہ کر لے، توبہ کرا کر اور آئندہ اس سے بچنے کا عہد لے کر پھر اس کی مدد کی جاسکتی ہے، (تفسیر قرطبی: ۳۸۱/۸) موجودہ دور میں اس کی ایک مثال بینک سے لئے جانے والے سودی قرض ہیں، ایسے لوگوں کا اسی وقت تعاون کیا جائے جب ان سے توبہ کرالی جائے، اور بہتر ہے کہ یہ توبہ تحریری طور پر ہو، افسوس کہ بعض لوگ اس طرح قرض لیتے ہیں کہ انھوں نے قرض کو آمدنی کا ایک ذریعہ سمجھ لیا ہے، وہ قرض کے ذریعہ اپنی فضول خرچی کے جذبات کی تسکین کرتے ہیں اور غیر ضروری چیزیں خرید خرید کر اپنے اوپر قرض کا بوجھ بڑھاتے جاتے ہیں، پھر لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلاتے ہیں، ایسے لوگ تنبیہ اور اصلاح کے مستحق ہیں نہ کہ تعاون کے۔

ساتواں مصرف ''فی سبیل اللہ'' ہے، فی سبیل اللہ کے معنی ہیں: اللہ کے راستہ میں جدو جہد کرنے والے، اگرچہ اس کا معنی عام ہے؛ لیکن اصطلاح میں اس سے مجاہدین مراد ہیں، جیسے صلوٰۃ کے لغوی معنی دُعاء کے ہیں؛ لیکن اصطلاح میں اس سے نماز مراد ہے نہ کہ دُعاء، اسی طرح فی سبیل اللہ میں یوں تو ہر کارِ خیر شامل ہے؛ لیکن یہاں اس سے جہاد مراد ہے؛ کیوں کہ قرآن وحدیث میں عام طور پر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے؛ اسی لئے جمہور علماء کی رائے یہی ہے اور شروع سے رہی ہے کہ اس سے مجاہدین مراد ہیں، ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اس مصرف کا کوئی محل نہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس مد کو ہر طرح کے کارِ خیر میں استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسے: ہاسپٹل، کتابوں کی طباعت، دعوتی کوششیں وغیرہ، یہ نقطہ نظر جمہور فقہاء و محدثین کی رائے کے خلاف ہے، اس پر قرآن وحدیث کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں اور غور کیجئے کہ اگر اس مصرف میں اس درجہ عموم ہوتا تو زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کو بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہی ایک صورت ان تمام مصارف کو شامل ہو جاتی، صرف لغوی معنی کی بنیاد پر اس لفظ کے مفہوم میں اس درجہ کی وسعت ایسے ہی ہوگی کہ جیسے کوئی ''صلوٰۃ'' کے لفظ کی وجہ سے نماز کی ادائیگی کے لئے دُعاء کو کافی سمجھ لے۔ ہاں، البتہ مولفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ کے تذکرہ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ زکوٰۃ کے دو بنیادی مقاصد ہیں، ایک: غرباء کی ضرورت کو پورا کرنا، دوسرے: اسلام کی حفاظت و سربلندی؛ لہٰذا جو اشخاص یا ادارے دین کی سربلندی کا کام کرتے ہوں، ان کو اس لئے زکوٰۃ دینا کہ وہ اس کام میں شامل محتاج لوگوں کی اعانت کریں، زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ آج کل دینی درسگاہیں علم دین حاصل کرنے والے طلبا و طالبات پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرتے ہیں اور انھیں آئندہ اسلام کی اشاعت و حفاظت کی وسیع تر خدمت کے لئے تیار کرتے ہیں، امام غزالیؒ وغیرہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے، یا ان دینی تنظیموں کی جو خدمت خلق کا کام کرتی ہیں اور مستحقین زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنا دیتی ہیں۔

زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف 'مسافر' ہیں، جن کو عربی زبان میں ''ابن سبیل'' بھی کہا جاتا ہے اور قرآن مجید نے بھی مصارفِ زکوٰۃ کے ذیل میں ان کے لئے یہی لفظ استعمال کیا ہے، انسان چاہے اپنے وطن میں صاحب ثروت ہو؛ لیکن بعض دفعہ سفر میں پیسے پیسے کا محتاج ہو جاتا ہے، اگر واقعی کوئی شخص ایسی صورت حال سے دوچار ہو اور اس کے لئے اپنے گھر سے فوری طور پر رقم منگوانی ممکن نہ ہو تو اتنی مقدارِ زکوٰۃ سے اس کا تعاون کیا جاسکتا ہے کہ وہ گھر پہنچ جائے؛ لیکن آج کل بعض لوگوں نے اس کو پیشہ بنا رکھا ہے، یہاں تک کہ ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگوں نے دھوکہ کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے روپیہ کے بجائے ٹکٹ بنا کر دے دیا؛ لیکن مصنوعی مسافر نے ٹکٹ واپس کر کے پیسے واپس لے لئے، موجودہ دور میں اے، ٹی، ایم اور بینک کا نظام کچھ ایسا سہولت بخش ہو گیا ہے کہ لمحوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم پہنچ جاتی ہے، نیز مسافر جو پتہ بتاتا ہو، فون کے ذریعہ اس کے بارے میں معلومات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں؛ اس لئے مناسب تحقیق کے بغیر ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دینی چاہئے۔ یہ تو وہ مصارف ہیں جن میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے؛ لیکن بعض ترجیحی مصارف ہیں، ان میں سے دینی مدارس اور دینی اداروں کا ذکر پہلے آچکا ہے، دوسرا ترجیحی مصرف اپنے قرابت دار اور رشتہ دار ہیں، رشتہ داروں کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اُصول یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور ان کے اوپر کا سلسلہ ہو تو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اسی طرح فروع یعنی اولاد، اولاد کی اولاد اور ان کے نیچے کے سلسلہ کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اسی طرح شوہر و بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، باقی تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، جیسے: بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، ساس، سسر، سالے اور سالی، ان سبھوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور ان کو زکوٰۃ دینے میں دُہرا اجر ہے، ایک: زکوٰۃ کی ادائیگی کا، دوسرے: صلہ رحمی کے تقاضہ کو پورا کرنے کا، یہ حکم صرف زکوٰۃ ہی کے لئے نہیں ہے؛ بلکہ تمام صدقات کے لئے ہے، اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ پوری کی پوری زکوٰۃ اپنے رشتہ دار ہی کو دے دی جائے؛ بلکہ جو مصارف موجود ہیں، ان سب پر خرچ کرنے کی کوشش کی جائے؛ البتہ مستحق زکوٰۃ رشتہ داروں کو خصوصی اہمیت دی جائے۔

تیسری ترجیح پڑوسیوں کی ہوسکتی ہے، ''زکوٰۃ پڑوسیوں پر خرچ کی جائے'' خاص اس سلسلہ میں تو غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ہدایت منقول نہیں ہے؛ لیکن عمومی طور پر پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، اور حسن سلوک کی ایک شکل زکوٰۃ کے ذریعہ اعانت بھی ہے؛ اس لئے پڑوسی اور قرب وجوار کے لوگوں کو زکوٰۃ میں یاد رکھنا چاہئے؛ لیکن بعض ناسمجھ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ زکوٰۃ دینی مدارس اور اداروں کو نہ دی جائے، پڑوسیوں کو ہی دی جائے، یا ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں خرچ ہو، دوسری جگہ خرچ نہ ہو، یہ دین سے ناواقفیت اور اسلام کے آفاقی مزاج سے محرومی کا نتیجہ ہے، ہمارے ملک میں کتنے ہی مدارس اور دینی و ملی کام ہیں، جن کی ضروریات کی تکمیل بیرونِ ملک کے تعاون سے ہوتی ہے، اور یہ تعاون قانونی طور پر آتا ہے، پھر بعض ایسے شہر ہیں جس میں مسلمان اصحابِ ثروت، تجار اور صنعت کار بڑے پیمانہ پر زکوٰۃ نکالتے ہیں اور پورے ملک کے دینی کاموں کو وہاں سے غذا حاصل ہوتی ہے، اس سلسلہ میں خاص طور پر ممبئی کا نام لیا جاسکتا ہے تو اگر ہر علاقہ کے لوگ اپنے تعاون کو اپنے شہر تک محدود کر دیں، تو ملک میں پھیلی ہوئی اتنی بڑی ملت کی دینی اور معاشی ضروریات کیسے پوری ہوسکتی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یمن اور بعض دور دراز کے علاقوں سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ لائی جاتی تھی اور اس کا بیشتر حصہ اہل مدینہ پر خرچ ہوتا تھا، خلفاء راشدین کے عہد میں بھی عالم اسلامی کے چپہ چپہ سے زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال پہنچتی تھی اور بیت المال سے ہر جگہ وہاں کی ضروریات کے لحاظ سے مدد پہنچتی تھی۔

مسلمان ایک آفاقی اُمت اور عالمی خاندان ہیں، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نے آپس میں جوڑ رکھا ہے، اسے اس معاملہ میں کنواں نہیں بننا چاہئے، سمندر بننا چاہئے، سمندر اپنا سینہ جلا کر اور بھاپ جمع کر کے ہواؤں کے حوالہ کرتا ہے؛ تاکہ وہ بادل بن کر دُور دُور تک برسے، مسلمانوں کا مزاج یہی ہونا چاہئے کہ ان کا تعاون دُور دُور تک پہنچے اور دین کے ہر چھوٹے بڑے کام میں ان کی شرکت ہو، یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو انھیں نصیحت کی کہ پہلے انھیں ایمان کی دعوت دینا، جب وہ ایمان لے آئیں تو نماز کا حکم دینا اور نماز پڑھنے لگیں تو زکوٰۃ کا حکم دینا، ان کے مالداروں سے زکوٰۃ لینا اور ان ہی کے غریبوں میں تقسیم کر دینا، (بخاری، عن ابن عباسؓ، حدیث نمبر: ۱۳۹۵) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دعوتی مصلحت کے تحت تھا کہ ان کو یک لخت دین کے تمام احکام کی طرف لانے کے بجائے بتدریج اسلامی تعلیمات کی تلقین کرنا؛ تاکہ وہ بوجھ نہ محسوس کریں اور زکوٰۃ لے کر وہیں تقسیم کر دو؛ تاکہ کہیں ان کو غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اس دین کا مقصد ہم سے پیسہ وصول کرنا ہے؛ تاہم یہ کوئی عمومی حکم نہیں ہے کہ جہاں کی زکوٰۃ ہو، لازماً وہیں خرچ کر دی جائے۔

بہر حال زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے، یہ ایک عظیم الشان عبادت ہے اور اس سے خالق اور مخلوق دونوں کا حق متعلق ہے، اس عبادت کو اہتمام کے ساتھ انجام دینا چاہئے اور تحقیق کے بعد صحیح مصرف تک پہنچانا چاہئے۔

غم خواری کا مہینہ

مولانا نورالحق رحمانی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ

رمضان المبارک کی بے شمار فضیلتیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں، یہ نیکیوں کی فصل بہار ہے، یہ روزہ کا مہینہ ہے، نزول قرآن اور تلاوت قرآن کا مہینہ ہے، درس قرآن اور مذاکرۂ قرآن کا مہینہ ہے، تراویح اور تہجد کا مہینہ ہے، اس میں نیکیوں کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے، جنت کے سارے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں ۔ یہ صبر وتحمل اور جفاکشی کا مہینہ ہے، عبادت وریاضت اور مجاہدے کا مہینہ ہے، اسی کے ساتھ یہ غم خواری اور حاجت روائی کا مہینہ بھی ہے۔ یوں تو اسلام میں خدمت خلق اور ضرورت مندوں کی امداد واعانت کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر ہے، ان میں سے دو ارکان کا تعلق انسانیت کی خدمت وخیر خواہی اور غریبوں، مسکینوں اور معذوروں کی حاجت روائی سے ہے، زکواۃ کی فرضیت اسی لیے ہے کہ فقراء ومساکین کی مدد کی جائے اور ان کی کفالت کی جائے۔ اور روزہ کے جہاں بہت سے مقاصد ہیں انہیں میں سے ایک مالداروں کو غریبوں کے دکھ درد کا احساس دلانا بھی ہے کہ جو آدمی ہمیشہ شکم سیر رہے، جو ناز ونعم میں پل رہا ہو، اسے حاجت مندوں اور فاقہ کشوں کے دکھ دد کا احساس نہیں ہوسکتا، اور روزہ میں جب وہ دن بھر گرمی کے دنوں میں مسلسل پندرہ پندرہ گھنٹے بھوکا پیاسا رہے گا تو اسے اس کا احساس ضرور ہوگا کہ جن غریبوں کا چولہا روزانہ نہیں جلتا اور کئی کئی وقت کا فاقہ ہوتا ہے ان پر کیا بیتتی ہے، اور کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب خزانوں کے مالک تھے، قحط سالی کے زمانے میں بھی غلوں کا اسٹاک ان کے پاس جمع تھا، اور لوگ کم دام میں ان کے پاس سے غلے خرید کرلے جاتے تھے، اس وقت بھی ان کا معمول یہ تھا کہ وہ ایک دن کھاتے تھے اور دوسرے دن روزہ رکھتے اور بھوکے رہتے تھے۔ چنانچہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ اتنی وسعت کے باوجود اپنے آپ کو اس مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں؟"و لقد قیل لیوسف الصدیق علیہ السلام : لم تجوع و أنت علی خزائن الأرض ؟ فقال أخشی إن أنا شبعت أن انسی الجافع"(روائع البیان : ۲۰۳/۱) یعنی سچے نبی یوسف علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ زمین کے خزانوں کے مالک ہوکر بھی بھوکے کیوں رہتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر میں شکم سیر ہوکر روزانہ کھالیا کروں تو مجھے خطرہ ہے کہ بھوکے کو بھول جاؤں۔

روزہ کے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ اس ماہ مبارک کو غم خواری کا مہینہ کیوں کہا گیا ہے؟ اور غم خواری کے سلسلہ میں کتاب وسنت میں کیا ارشادات وارد ہیں؟ تو اس سلسلہ میں تو سب سے پہلی حدیث وہ ہے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے قبل ماہ شعبان کی آخری تاریخ میں صحابہ کرام کے سامنے خطاب فرمایا، جس میں اس مہینے کی فضیلتیں بیان فرمائیں، پھر اسے صبر اور غم خواری کا مہینہ قرار دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"و ھو شھر الصبرو الصبر ثوابہ الجنۃ و شھر المواساۃ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) یعنی یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ غم خواری کا مہینہ ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، کوئی سائل آپ کے در سے خالی ہاتھ نہیں جاتا، لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی ۔ بخاری ومسلم کی روایت ہے:"عن ابن عباس قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم أجود الناس بالخیر و کان أجود ما یکون فی رمضان، کان جبرئیل یلقاہ کل لیلۃ فی رمضان یعرض علیہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم القرآن ـفإذا لقیہ جبرئیل کان أجود بالخیر من الریح المرسلۃ"(متفق علیہ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بخشش اور اللہ کی مخلوق کو نفع پہونچانے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی کی صفت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی، رمضان المبارک کی ہر رات میں جبرئیل امین علیہ السلام آپ سے ملتے تو آپ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیز ہوجاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتی فیاضی کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس وصف کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتے، خصوصاً روزہ داروں کو روزہ افطار کرانے اور کھانا کھلانے پر آمادہ کرتے، روزہ افطار کرانے کا ثواب آپؐ نے یہ بیان فرمایا کہ اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، چنانچہ ارشاد ہے:" من فطر فیہ صائماً کان لہ مغفرۃ لذنوبہ و عتق رقبتہ من النار و کان لہ مثل أجرہ من غیر أن ینتقص من أجرہ شئی"(رواہ البیہقی عن سلمان رضی اللّٰہ عنہ) جو شخص اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے) روزہ کھلوائے گا تو اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور جہنم کی آگ سے اس کی رہائی کا ذریعہ ہوگا اور اسے روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے، اس حدیث میں روزہ افطار کرانے کے تین فائدے بتائے گئے، ایک یہ کہ اس سے اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور دوسرے یہ کہ اسے جہنم سے آزادی ملے گی اور تیسرے یہ کہ اسے روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، اور رمضان کے ایک روزے کی کیا قدر وقیمت ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا:"عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ علیہ و سلم : من أفطر یوماً من رمضان من غیر رخصۃو لا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وإن صامہ"(رواہ الترمذی و احمدو ابو داؤد وغیرہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی شرعی عذر یا بیماری کے بغیر ایک روزہ توڑ دے تو اگر وہ اس کے بدلے میں زندگی بھر روزہ رکھے تو بھی اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ یعنی رمضان کا روزہ اتنا قیمتی ہے کہ اگر کوئی شخص بلا وجہ ایک روزہ قضا کردے تو پوری زندگی روزہ رکھ کر بھی ایک روزے کی فضیلت حاصل نہیں کرسکتا، اور اس ایک روزہ کا ثواب اللہ تعالیٰ محض افطار کرانے پر عطا کرتا ہے، کیا کہنے ہیں اس کی عطا ونوال اور بخشش ونوازش کے! تو کسی کی غم خواری اور خیر خواہی کا اسلام میں یہ مقام ہے اور آگے جب صحابہ نے یہ دریافت فمایا کہ جو لوگ نادار اور مسکین ہیں اور وہ روزہ افطار کرانے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں تو ایسے لوگ تو اس فضیلت سے محروم رہیں گے؟ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ اسے بھی عطا کرے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا صرف پانی پر کسی کو روزہ افطار کرادے، اور آگے پیٹ بھر کر کھانا کھلانے کی یہ فضیلت بیان فرمائی کہ "من أشبع صائماسقاہ اللّٰہ من حوضی شربۃ لا یظمأ حتی یدخل الجنۃ"(رواہ البیہقی عن سلمان) یعنی جو شخص کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے اس طرح سیراب کرے گا کہ جنت میں داخل ہونے سے قبل پھر اسے پیاس نہیں لگے گی۔

اسی طرح روزوں کے گذر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو عید کا تحفہ عطا فرمایا ہے اور اس کی خوشی میں تمام امیر وغریب شریک ہوسکیں اس مقصد کے لیے صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا حکم دیا تاکہ فقراء ومساکین اور مزدور طبقہ کے لوگ بھی اس دن عید مناسکیں اور انہیں عام دنوں کی طرح کام نہ کرنا پڑے اور اس فطرہ کا فائدہ یہ بتایا گیا کہ روزہ کی حالت میں جو لغو ولایعنی باتیں ہوجایا کرتی ہیں، جس سے روزہ متاثر ہوتا ہے تو اس صدقہ کو اللہ تعالیٰ اس کا کفارہ بنادے گا، اس سلسلہ میں ایک تو قرآن کریم کی آیت ہے:"قَدۡ أَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلَّى"(سورۃ الأعلیٰ /۱۴ـ۱۵) بلاشبہ وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے باطن کو گندگیوں اور کدورتوں سے پاک کیا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

ماہ رمضان کے ختم ہونے میں صرف دو دن باقی تھے کہ صدقۂ فطر اور نماز عید کا یہ حکم نازل ہوا اور صدقۂ فطر کے بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"عن ابن عباس ضی اللہ عنھما قال: فرض رسول اللّٰہ علیہ و سلم زکاۃ الفطر طھرۃ للصائم من اللغو من اللغوو الرفث وطعمۃ للمساکین فمن أدّاھا قبل الصلاۃ فھی زکوٰۃ مقبولۃ و من اداھا بعد الصلاۃ فھی صدقۃ من الصدقات "(رواہ ابن ماجۃ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو روزہ دار کے روزوں کو لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنایا ہے اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام فرمایا ہے، لہٰذا جو شخص نماز عید سے قبل یہ صدقہ ادا کردے تو یہ مقبول صدقہ ہے اور جو نماز عید کے بعد ادا کرے تو یہ عام صدقات کی طرح ہے، یعنی اس کی وہ فضیلت نہیں ہے۔

بہر حال صدقۂ فطر کا حکم بھی غم خواری ہی کے قبیل سے ہے اور یہ واجب ہے، لہٰذا اسے اہتمام سے ادا کرنا چاہئے، یہ افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ تہوار کی تیاری اور کپڑوں کی خریداری پر تو بے دریغ پیسے خرچ کیے جائیں اور مسکینوں کی حاجت روائی اور عید کی خوشی میں ان کی شرکت کی طرف توجہ نہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غریبوں، ناداروں اور معذوروں کے دکھ درد میں شریک ہونے اور ان کا غم بانٹنے اور ان کی اشک شوئی کرنے اور ان کے سروں پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور اخلاص وللٰہیت اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے کام کرنے والا بنائے، آمین!!!

صدقۂ فطر سے متعلق احادیث

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقۂ فطر روزہ دار کی بے کار باتوں اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لئے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ (ابوداؤد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو ضروری قرار دی۔ صحابۂ کرام نے گیہوں کے آدھے صاع کو اس کے برابر قرار دیا۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جَو یا کھجور یا کشمش سے ایک صاع صدقۂ فطر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے گیہوں سے صدقۂ فطر نکالنے کے سلسلہ میں ان سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ گیہوں سے صدقۂ فطر میں آدھا صاع دیا جائے، چنانچہ لوگوں نے اسی کو معمول بنالیا۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر نماز کیلئے جانے سے قبل ادا کردیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد کی طرف سے صدقۂ فطر دیتے تھے حتی کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے ہی ادا کردیتے تھے۔ (بخاری)

☆ جس نے صدقۂ فطر کو نماز عید سے پہلے ادا کردیا تو یہ قابل قبول زکاۃ (صدقۂ فطر) ہوگی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے۔ (ابوداؤد)

Volume:56/66,Issue:23 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

اور سب بھول گئے حرف صداقت لکھنا
رہ گیا کام ہمارا ہی بغاوت لکھنا
(حبیب جالب)

اسلام کی مغربی ممالک میں بڑھتی مقبولیت

محمد نفیس خاں ندوی

یورپ جس کی اپنی ایک الگ تہذیب ہے، جس کی حکومت میں کبھی سورج نہیں ڈوبتا تھا، انسانیت نوازی کا وہ علمبردار سمجھا جاتا ہے، فلاح انسانیت کے ان گنت ادارے وہاں سرگرم ہیں، صحت کے مراکز ہیں، تعلیم کا نظم تقریبا مفت ہے، بچوں کی پرورش کی ذمہ داری حکومت پر ہے، بے روزگاروں کو روزگار الاؤنس مہیا ہے، تفریح طبع کے لیے نائٹ کلب ہیں، قحبہ خانے ہیں، خوبصورت ساحل ہیں، کوئی چرچ جائے یا کوئی مندر جائے، کسی طرح کی کوئی بندش نہیں، بالفاظ دیگر یورپ کے شہریوں کو سماجی، فلاحی، سیاسی، معاشرتی ہر طرح کی سہولت فراہم ہے، جسے دیکھ کر اہل دنیا کی نگاہیں چکا چوند ہوجاتی ہیں، وہاں بسنا، وہاں کے لوگوں سے میل جول بڑھانا ترقی پسندی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور اسی ترقی پسندی نے یہ سوچ دی کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو انسانی ترقی کی راہ میں حائل ہے، اسے اختیار کرکے کوئی ملک، یا کوئی قوم کبھی ترقی نہیں کرسکتی، یہ بنیاد پرستوں اور دہشت پسندوں کا مذہب ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کے متعلق لوگوں کے ذہن خراب ہونے لگے اور عام شہریوں میں یہ سوچ پیدا ہوگئی کہ اسلام دہشت گردی سکھاتا ہے اور جس میں جس قدر اسلامیت پائی جائے گی، وہ اتنا ہی بڑا دہشت گرد بھی ہوگا، چنانچہ یہ ممکن ہے کہ ہر مسلمان دہشت گرد نہ ہو؛ لیکن ہر دہشت گرد مسلمان ضرور ہوگا۔

یورپ نے اسلام کے خلاف یہ فکر اس لیے پیدا کی کہ وہ جانتا ہے کہ اس کی ساری ترقی اور انسانیت نوازی کے سارے دعوے کھوکھلے ہیں، جسے وہ انسانیت کی ترقی سمجھ رہا ہے، دراصل وہی انسانیت کی تباہی کا نقطہ آغاز ہے اور اس کا مقابلہ صرف اسلام کی ابدی ولافانی تعلیمات ہی کرسکتی ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام نے جو اصول فراہم کئے ہیں اور زندگی بسر کرنے کے جو ضابطے مقرر کئے ہیں، ان سے ہٹ کر انسانیت ایک قدم بھی ترقی نہیں کرسکتی اور انسانیت نوازی کی جو کچھ چمک یورپ میں دکھائی دے رہی ہے، حقیقت میں وہ اسلامی تعلیمات کی کچھ چھینٹیں ہیں جو یورپ کے دامن پہ اس وقت پڑی تھیں، جب اس نے مسلمانوں کی انگلی پکڑ کر علم کے راستہ پر چلنے کی کوشش کی تھی۔

انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اہل یورپ اس کا اعتراف کرتے اور مسلمانوں سے جو علوم اور ترقی کے جو نسخے انہوں نے حاصل کئے، اس کی اصل روح کو بھی اختیار کرنے کی کوشش کرتے تو آج ان کی ترقی دائمی اور پائیدار ہوتی؛ لیکن اسلام کے خلاف بھری ہوئی نفرت اور صلیبی جنگوں میں ملی شکست نے انہیں اعتراف کے بجائے عناد پر آمادہ کیا اور ان کی ساری کوششیں اسلام کو بدنام اور آؤٹ آف ڈیٹ قرار دینے میں صرف ہونی شروع ہوئیں، کبھی دقیانوسی کے نام پر تو کبھی دہشت پسندی کے نام پر اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی، خاص طور پر نائن الیون کے واقعہ کے بعد ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ مغربی ممالک میں مسلمانوں کو زندہ رہنا مشکل ہوجائے گا اور ایک بہت بڑی تعداد یہ سمجھ بیٹھی کہ اب مسلمانوں کے پاس یہی چارہ ہے کہ وہ یہاں کے مغربی دھاری میں ضم ہوجائیں۔ لیکن کچھ ہی مدت میں دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ سارے اندیشے غلط تھے اور اسلام کی مقبولیت مغربی ممالک میں کہیں زیادہ بڑھ گئی، حقائق وواقعات نے یہ تسلیم کرنے پر مجبور کردیا کہ یورپ میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے اور پھر اسے اختیار کرکے دونوں جہاں کی سرخروئی حاصل کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا، گویا اسلام پسندی کی ایک لہر چل پڑی اور جواب تک اسلام کو مٹانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے، وہ خود اسلام کے محافظ بن کر سامنے آئے۔

ذیل میں ہم اس کا ایک جائزہ پیش کرتے ہیں:

نیویارک میں شائع ہونے والے مقبول جریدے ٹائم نے ایک رپورٹ شائع کی ہے، جس کے ایک جملے سے اسلام کی حقیقت اور حقانیت عیاں ہے، رپورٹ کے مطابق یورپ میں نئی مساجد کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے فضا میں پانچ وقت کی اذان کی آواز گونج رہی ہے، روم میں تین کروڑ ڈالر کی لاگت سے مسجد تعمیر ہوئی، اس کے لیے زمین حکومت نے عطیہ کی، فرانس کی ایک ہزار مساجد ہیں، جب کہ 1970 میں ان کی تعداد ایک درجن کے قریب تھی، جریدے کے مطابق تین دہائی قبل مسلمان یورپ میں اجنبی تھے اور انہیں شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا؛ لیکن مسلمان اپنی سیاسی اور سماجی حیثیت منوانے میں کامیاب ہوئی اور آج اسلامی لٹریچر، قرآن مجید کے تراجم کی فروخت میں نمایاں اضافہ ہورہا ہے جو مغربی دانشوروں اور عوام کے دلوں پر گہرا اثر ڈال رہا ہے، برطانیہ میں ایک تعلیمی ٹرسٹ اسلامک فاؤنڈیشن کے جائزے کے مطابق یورپ میں ڈھائی کروڑ مسلمان آباد ہیں، ان میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ روس میں، 75 لاکھ مغربی یورپ میں آباد ہیں، اس طرح اسلام یورپ کا دوسرا بڑا مذہب ہے، برطانیہ میں روز بروز مسلمانوں کی تعداد 20 لاکھ ہے، 600 مساجد اور 400 اسلامی تنظیمیں کام کررہی ہیں، مسلمانوں کی تعداد اور مساجد کی تعمیر میں بڑی تیزی سے اضافہ ہورہا ہے، اس کا اندازہ آپ صرف اس بات سے لگاسکتے ہیں کہ 1963 میں برطانیہ میں صرف 13 مسجدیں تھیں، جب کہ پورے برطانیہ میں جمعہ کی نماز کی کوئی خاص روایت نہیں تھی، اس کے صرف 30 برس بعد 1993 تک برطانیہ میں 575 مساجد تعمیر ہوچکی ہیں اور ان مساجد میں جمعہ کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔

فرانس یورپ کا وہ ملک ہے جس میں سب سے زیادہ مسلمان آباد ہیں، فرانس میں مسلمانوں کی تعداد 60 لاکھ ہے، 1300 مساجد واسلامک سنٹرز ہیں، 600 اسلامی تنظیمیں کام کررہی ہیں، قومی سطح پر مسلمانوں کا اپنا ریڈیو چینل ہے، مسلمانوں نے اپنا پہلا اسکول مڈغاسکر کے مشرق میں فرانسیسی جزیرے ری یونین میں کھولا، پہلے کالج کا افتتاح 2001 میں آبرو ویلز میں کیا، اب کئی تعلیمی ادارے کام کررہے ہیں، سرکاری دعویٰ کے مطابق فرانسیسیوں نے اسلام قبول کیا، ان کی تعداد 30 ہزار ہے، جب کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور اسکالر عبدالکریم مراد نے انکشاف کیا ہے کہ ایک لاکھ فرانسیسی مشرف بہ اسلام ہوچکے ہیں، اس طرح نومسلموں کے حوالے سے فرانس یورپ میں پہلے نمبر پر آتا ہے، حکومت کا خیال ہے آئندہ پندرہ سال میں فرانس میں مسلمانوں کی تعداد 60 سے 80 لاکھ ہوجائے گی۔

اٹلی اور جرمنی میں بھی مسلمانوں کی تعداد تسلی بخش ہے، اٹلی میں مسلمانوں کی تعداد 10 لاکھ ہے اور 450 مساجد واسلامک سنٹر ہیں، ان میں 80 ہزار پچھلے چند برسوں میں مسلمان ہوئے، جرمنی میں 40 لاکھ مسلمان آباد ہیں، 1400 مساجد اور اسلامک سنٹرز ہیں، آبادی میں سوئزرلینڈ میں 6 ہزار عیسائی مسلمان ہوئے، ماہرین کا خیال ہے کہ 2020 تک یورپ کی کل آبادی میں مسلمانوں کی تعداد 10 فیصد ہوجائے گی، امریکہ کے ایک آزاد تحقیقاتی ادارے کے مطابق 2025 تک زمین پر آباد نفوس میں ایک تہائی مسلمان ہوں گے، سان ڈیا یونیورسٹی کے ایک محقق جان ویکس کے مطابق 2020 تک دنیا میں ہر چار افراد میں سے ایک مسلمان ہوگا، معروف پادری ماجولینی کے بقول مستقبل اسلام کا ہے، امریکی جریدے کے مطابق 2025 تک مسلمان پوری دنیا کا ۳۵ء۵ فیصد ہوں گے، جب کہ عیسائی ۲۰ء۲ فیصد ہوں گے، 2000 میں ہندو ۴ء۱۳ تھے۔ جب کہ 2025 تک ۷ء۵ فیصد ہوں گے، 2000 میں بدھ مت ۹ء۵ فیصد تھے، جب کہ 2025 تک ۵ء۲ فیصد ہوں گے، جب کہ دیگر مذاہب میں ۷ء۷ فیصد ہوں گے، جریدے نے اعتراف کیا ہے کہ یورپ میں اسلام کے پھیلاؤ کا تناسب دوسرے مذاہب سے کہیں زیادہ ہے۔

ان حقائق نے سخت گیر عیسائی اور مستشرقین کی نیندیں اڑادی ہیں کہ یورپی ممالک میں رفاہی کاموں اور انسانیت نوازی کی جتنی کوششیں ہورہی ہیں اور اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، ان سب کا مقصد یہی ہے کہ عیسائیت کو فروغ حاصل ہو اور اسلام کی جگہ پر عیسائیت ہی بین الاقوامی مذہب قرار پائے؛ لیکن اسلام کی طرف بڑھتی ہوئی مغربی باشندوں کی دلچسپی سے یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور اس کی تعلیمات ابدی اور لافانی ہیں، دنیا کی کسی ٹیکنالوجی اور طاقت سے اسے روکا نہیں جاسکتا اور آج نہیں تو کل پوری دنیا اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوگی اور اپنی حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔

ضرورت معلمات

جامعہ ام سلمہ دھنباد، جھارکھنڈ

میں جو لڑکیوں کا ایک رہائشی ادارہ ہے چاہیے:

تجوید کی رعایت کے ساتھ قرآن پڑھانے کے لئے تین معلمات ● صرف ونحو اور عربی ادب کے لئے دو معلمات ● دینیات (ترجمہ وتفسیر قرآن، حدیث اور فقہ کے لئے تین معلمات ● ایک سے پانچ تک ہندی اور سماج کے لئے دو معلمات ● انگلش اور حساب کے دو دو معلمات ● آفس میں حساب کتاب کے لئے ایک تجربہ کار محرر ● ٹیسٹ آن لائن ہوگا ● تنخواہ حسب لیاقت وتجربات، رہائش اور ناشتہ کھانا اس کے علاوہ۔

آفتاب عالم ندوی (ناظم)
جامعہ ام سلمہ فردوس نگر، دھنباد، جھارکھنڈ
JAMIA UMME SALAMA DHANBAD, JHARKHAND, INDIA
Email: jamiaummesalama@gmail.com, aftabnadwi@gmail.com، موبائل نمبر 9608115508,9934519039

WEEK ENDING-04/06/2018, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے